قسط 4

جمعے کی شام بڑی خوبصورتی سے میر ہاؤس پر اپنے پَر پھیلا چکی تھی۔میر ہاؤس کو زرمین کی شادی کی طرح تو نہیں سجایا گیا تھا مگر چند ایک انتظامات لان میں کیے گئے تھے۔چند میز اور اُنکے ارد گرد کرسیاں لگی ہوئی تھیں۔ایک طرف بوفے لگے تھے جبکہ لان کے آخری کونے میں لگی فیری لائٹس کے درمیان ایک صوفہ رکھا گیا تھا۔یہ جگہ یقیناً عروسی جوڑے کے لیے مخصوص تھی۔جوڑا؟ یعنی دلہا، دلہن؟ اور دلہن؟ ہاں وہ ہی تو تھی دلہن۔اپنے کمرے کی کھڑکی سے لان کا منظر دیکھتی وہ لڑکی۔بچپن سے اب تک ماں اور بہن سے لاڈ اٹھواتی، چچا اور پھوپھی کی محبتیں سمیٹتی، ساری بچہ پارٹی کی جان، فرحین کی پکی سہیلی اور.....اور فرہاد کی سابقہ منگیتر۔آخری دو خیالات پر اُسے خود پر ہنسی آئی۔فرحین اب دوست کہاں رہی تھی؟ فرہاد کو تو اپنی زندگی کی اِکویشن میں سے اُس نے خود نکالا تھا پیچھے بچا ضارب۔!

خوشخبری رائٹرز متوجہ ہوں

ہر لکھاری کا خواب ہوتا ہے کہ اس کی تحریر کتابی صورت میں بھی شائع ہو اور انکی کتاب بک شیلف کی زینت بنے۔ آپ بھی ایک لکھاری ہیں اور اپنی تحریر کو کتابی شکل میں لانا چاہتے ہیں تو ہم سے رابطہ کریں۔ ہم آپ کی تحریر کو بہت کم ٹائم اور بہت مناسب قیمت میں آپ کی خواہش کے مطابق بہت عمدہ اور معیاری کوالٹی میں کتابی صورت میں شائع کرنے میں آپ کی مدد کریں گے۔
مزید معلومات کے لئے نیچے دئے گئے ایڈریس پر ابھی رابطہ کریں۔

Prime Urdu Novels Publications
Whatsapp : 03335586927
Email : aatish2kx@gmail.com

تو جیسے اُس نے اپنی زندگی کی اِکویش سے فرہاد کو خود نکالا تھا ویسے ہی.....بقول اُسکے....میر زبیر نے ضارب کو نکال دیا تھا اور اب کسی اور کو شامل کرنے جا رہے تھے۔

اُس 'کسی اور' کے متعلق وہ شاید بچپن سے اکثر سنتی آ رہی تھی۔ناموں سے تو وہ تقریباً سب کو جانتی تھی مگر کبھی سامنا نہیں ہوا تھا۔پھر چند مہینے پہلے شارم کو ریسٹورنٹ میں دیکھا تھا اور اب گزشتہ ایک

ہفتے میں کوئی تین دفعہ اپنی ہونے والی ساس کو۔یہ سب سوچتے وہ لان میں نظریں جمائے ہوئے تھی جہاں اب میر زبیر کسی ملازم کو کوئی ہدایت کرتے نظر آ رہے تھے۔یکدم اُسکی آنکھوں میں مرچیں سی بھرنے لگیں۔ایک یہ کردار اُسکی زندگی کا سب سے اہم ستون تھا مگر اِس ستون سے کبھی ویسی محبت نہیں مل سکی تھی جیسی اُسکی خواہش تھی۔اُنہیں ہمہ وقت رعب دکھانے، اپنے فیصلے دوسروں پر تھوپنے اور اپنی ناک اونچی رکھنے کی عادت تھی پھر بھلے مقابل اُنکی سگی اولاد ہو یا کوئی غیر۔نکاح کا فیصلہ تو وہ اپنی مرضی سے کر چکے تھے مگر اِس کے باوجود آج بھی وہ اُسکے ساتھ غیر منصفانہ سلوک کرنا نہ بھولے تھے۔

"کیا ایسے ہوتے ہیں باپ؟ ہر جگہ اپنی مرضی چلانے والے اور فیصلے مسلط کرنے والے؟"

اپنے کندھے پر ایک نرم سا لمس محسوس کرتے اُس نے لب کشائی کی۔مڑے بغیر بھی وہ زرمین کا لمس پہچانتی تھی۔

"کیسی باتیں کر رہی ہو عشمی۔ابو کبھی غلط فیصلہ نہیں کرتے۔" سجی سنوری زرمین نے فوراً ٹوکا۔

"وہ یقیناً دوسروں کے معاملات میں درست فیصلے کرتے ہوں گے کیونکہ اپنی دونوں اولادوں کی دفعہ اُنکے فیصلے ناکام ثابت ہوئے ہیں۔"

خوشخبری

اگر آپ لکھ سکتے ہیں اور اپنے اندر کے لکھاری کو باہر لانا چاہتے ہیں

تو لکھاری آن لائن میگزین آپ کو اپنی صلاحیتوں کو نکھارنے کے لئے بہت اچھا

پلیٹ فارم فراہم کرتا ہے۔ لکھاری آن لائن میگزین کا حصہ بنئے اور آج ہی اپنی

تحریر (افسانہ، ناول، ناولٹ، کالم، مضامین، شاعری) اردو میں ٹائپ کر کے

ہمیں بھیجیں۔ آپ کی کوئی بھی تحریر ضائع نہیں کی جائے گی اور ایک ہفتے کے اندر

ہمارے سب ویب بلاگز (ویب سائٹس) اور سوشل میڈیا گروپس اور پیجز پر

پبلش کر دی جائے گی۔ مزید تفصیلات کے لئے ابھی رابطہ کریں۔

Wats app No :- 03335586927

Email address :- aatish2kx@gmail.com

Facebook ID :- www.facebook.com/aatish2k11

Facebook Group :- FAMOUS URDU NOVELS AND DIGEST

SEARCH AND REQUEST FOR NOVELS, NOVELS DISCUESSION

ہنوز لان میں ملازموں کو تیزی سے ہدایات دیتے میر زبیر کی طرف دیکھتے اُس نے کہا۔اِس دفعہ زرمین کو چپ لگی تھی۔

"دیکھو انہوں نے ہمیشہ ہم دونوں میں فرق کیا تھا۔تم سے تو کبھی نرمی سے بات کر لیتے تھے مجھ سے کبھی نہیں کی۔اور دیکھو آج"

چہرہ موڑے اُسکی طرف دیکھتے کہا گیا جبکہ ہاتھ کا اشارہ لان میں ہوئے مختصر انتظامات کی طرف تھا۔

"کیا میں اِن پر اتنی بھاری تھی کہ مجھے اِس طرح گھر سے یوں رخصت کر رہے ہیں۔جبکہ تمہاری شادی ایسی ہوئی تھی کہ یاد رکھی جاتی۔"

اُس کی آنکھوں کی زمین نم ہوئی مگر اُس نے زبردستی چہرے پر مسکراہٹ سجائی۔تمسخرانہ مسکراہٹ۔!

"اصل میں میری وجہ سے اُنکی ناک کٹ جاتی اگر وہ سب خاندانوں کو اکٹھا کر لیتے اور اپنی ناک کی ہی تو فکر اُنہیں ہمیشہ ستاتی ہے۔"

زرمین کو سمجھ نہ آیا کہ وہ کیا کہے؟ اِس سب پر اُسے اور نورین کو بھی میر زبیر سے اختلاف تھا مگر وہ کسی کی سنتے تب ناں۔

"کیا سوچیں گے میرے ہونے والے بیچارے سسرالی۔اچھا ہو سب کے بیچ اِس غیر منصفانہ سلوک پر سوال جواب کرنے لگیں اور پھر اِنہیں جوابدہ ہونا پڑے۔چچ چچ۔"

بھیگی آواز میں کہتے اُس نے مصنوعی سا قہقہہ لگایا۔زرمین کا دل بُری طرح دُکھا تھا کہ میر زبیر کا یہ اقدام اُسے اُن سے مزید متنفر کر رہا تھا۔

"ایسے مختصر سا ایونٹ رکھنا تمہارے سسرال والوں کی ہی مرضی تھی عشمیرہ ورنہ ابو تو میری طرح ہی بڑا فنکشن کرنا چاہتے تھے۔"

ناجانے کیوں مگر بغیر سوچے سمجھے، بغیر نتائج کی پرواہ کیے اُس نے یہ جھوٹ بڑی صفائی سے بولا تھا۔

عشمیرہ بری طرح چونکی۔یہ بات اُسے اب پتہ چلی تھی۔نکاح سے چند منٹ پہلے۔کہ اُس کے ہونے والا سسرال اُسے لے جانے کے لیے اُس قدر خوش نہ تھا جیسا ہونا چاہیے۔لے جانے والے، بھیجنے والوں سے زیادہ بیزار نظر آنے لگے تو دل نئے سرے سے دُکھا۔

"نہیں یقین تو آج شارم سے پوچھ لینا۔ویسے بھی اب وہی تو ہو گا تمہارے پاس ڈھیروں باتیں کرنے کو"

اُسکی آنکھوں میں بے یقینی ہلکورے لیتی نظر آئی تو زرمین نے بڑے اعتماد سے مزید کہا۔عشمیرہ کی آنکھوں میں بجھی جوت مزید بجھ گئی۔کیوں میر زبیر نے اِس غیر معمولی مطالبے پر غور نہ کیا؟ پتھرائی

آنکھوں سے وہ پھر میر زبیر کی طرف دیکھنے لگی معاً اُنکی نظر کھڑکی کی طرف گئی تو تھم سے گئے۔بھری آنکھیں، اداس چہرہ اور بے تحاشا دکھ میں لپٹی، دلہن بنی وہ میر زبیر کو بھی افسردہ کر گئی۔

اپنی ایک بیٹی پر اگر اُنہیں فخر تھا تو دوسری سے محبت تھی۔پر یہ اُنکی شخصیت کا حصہ تھا کہ ظاہر نہ وہ محبت کر سکے تھے نہ ہی فخر۔

چھوٹی بیٹی آخری اولاد ہونے کی وجہ سے زیادہ عزیز تھی مگر اِسکی باغی طبیعت نے اُنکا دل بری طرح دُکھایا تھا۔وہ عزیز تھی تبھی ہمیشہ اُسے اپنے قریب رکھنے کو اپنے بھائی کے بیٹے کی امانت بنایا مگر اِس عزیز اولاد نے اپنی حرکتوں کی وجہ سے سب بگاڑ دیا۔

دونوں باپ بیٹی اپنی سوچوں میں گھرے نادانستہ ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے جب عشمیرہ کا تسلسل ٹوٹا۔انتہائی تنفر سے اُس نے کھڑکی پر پردے سرکا دیے زرمین نے افسوس سے سر ہلایا جبکہ لان میں کھڑے میر زبیر کے دل پر بھاری سِل پڑی۔پہلے بیٹی کی محبت میں اُسے خود سے دور نہ بھیجنے کے چکر میں وہ اُسے دور کر چکے تھے اور اب جب اُس کا بھلا سوچا تو اُس سے بھی مزید فاصلہ آ گیا تھا۔شاید صدیوں کا فاصلہ۔اگر غلط یہ باغی عشمیرہ تھی تو میر زبیر بھی کم قصور وار نہ تھے۔اگر کبھی نرمی اور محبت سے اولاد کو وقت دیتے تو شاید وہ اتنی متنفر نہ ہوتی کہ چند منٹ باپ کی نظر میں رہنا بھی منظور

نہیں تھا۔وہ تو چلی گئی تھی پر آج وہ ضرور دل کے ہاتھوں مجبور ہوئے اُسکے کمرے کی طرف چل دیے۔

زرمین اُسکی سوچ بھانپ کر کچھ افسردہ ہو گئی۔باپ کی طرف سے ہوتی بدگمانی دور کرتے وہ اُسے دوسری طرف سے بدگمان کر چکی تھی۔

"ماشاءاللہ میری بیٹی تو چاند کا ٹکرا لگ رہی ہے۔"

نورین کی آواز نے کمرے کا سکوت توڑا۔اگرچہ اُسکی تیاری روایتی دلہنوں سے قدرے مختلف تھی مگر اِس سفید پیروں کو چھوتی فراک اور سرخ دوپٹے نے ہی اُس کی خوبصورتی کو چار چاند لگا دیے تھے۔اپنی ہمیشہ والی میک اَپ لُک میں، بھرے بھرے زیور کے ساتھ وہ حسین لگ رہی تھی۔

"ماں صدقے کیا روپ"

نورین مسکراتی ہوئی عشمیرہ کی طرف بڑھیں۔اِس سے پہلے کہ وہ اُسے اپنے ساتھ لگاتیں وہ سرعت سے پیچھے ہوئی۔

"امی پلیز"

"مجھے اِس سب کی اب کوئی ضرورت نہیں ہے۔"

بھیگی آواز میں بے رُخی سے کہا گیا۔

"عشمی کم سے کم آج تو ایسے بی ہیو نہ کرو۔"

ماں کی آنکھیں بھرتے دیکھ کر زرمین ٹوکے بنا نہ رہ سکی۔

"ہاہ آج؟"

"کیوں آج کیا ہو رہا ہے؟"

اُسکا انداز تمسخرانہ تھا۔

"تم کچھ دیر تک رخصت ہو جاؤ گی۔امی تمہارے جانے سے"

"بس بس۔"

وہ متنفر سی زرمین کی بات کاٹ گئی اور نخوت سے بولی۔

"بہت سن لیے امی کی اُداسیوں کے قصے اور بہت جھیل لیے ابو کے سفاک فیصلے۔"

اُسکی آواز بری طرح لرزی۔اور پھر آنکھیں برسنے لگیں

"جو کچھ جھیلنا تھا جھیل چکی ہوں۔اب بھگتنے کی باری تم سب کی ہے۔"

نفرت سے کہتے اُس نے درشتی سے آنسو پونچھے۔دہلیز کے باہر کھڑے میر زبیر نے اُسکی نفرت سے پُر آواز سُنی تو دل دُکھ سا گیا۔وہ دلہن بنی بیٹی کو دیکھنے آئے تھے مگر بیٹی ہمیشہ کی طرح بغاوت پر اتری ہوئی تھی۔

زرمین نے تاسف سے نفی میں سر ہلایا جبکہ نورین اب خاموشی سے رونے میں مصروف تھیں۔

"میرا فون یہاں رکھا تھا کس نے اٹھایا۔؟"

ڈریسنگ پر رکھا سامان الٹ پلٹ کرتے وہ سپاٹ انداز میں پوچھ رہی تھی۔

ایک لمحے کو نورین گھبرائیں کیونکہ میر زبیر کے کہنے پر وہ اُسکا موبائل دوبارہ لے چکی تھیں۔

"اِسے لان میں لے آؤ زری۔نکاح شروع ہونے والا ہے۔"

تیزی سے اُنہوں نے خود پر قابو پاتے زرمین کو مخاطب کیا

"کوئی ضرورت نہیں اِسے ڈرائنگ روم میں بٹھاؤ زری۔میں نکاح خواں کو وہیں لے آؤں گا۔"

اُسی دوران میر زبیر نے کمرے میں داخل ہوتے اپنی مخصوص بھاری آواز میں حکم جاری کیا

"میرا فون۔؟"

سب کو نظر انداز کیے وہ ماں کی طرف دیکھ رہی تھی۔

"تمہارے ابو نے تمہیں فون دینے سے منع"

"کہاں ہے میرا فوون۔؟؟"

ایک نظر میر زبیر کو دیکھتے اُنہوں نے کہنا چاہا جب وہ ہاتھوں سے ڈریسنگ پر رکھا سامان زمین بوس کرتے اپنی پوری آواز سے چلائی۔

"عشمی تمیز سے۔باہر مہمان بیٹھے ہیں۔"

میر زبیر اور نورین اُس کے اتنے شدید رد عمل پر بھونچکا رہ گئے جبکہ زرمین نے فوراً ٹوکا۔

"تم بھی چلو لان میں نکاح کا وقت ہو گیا ہے۔"

اُسے کندھوں سے پکڑے وہ زبردستی باہر لے جانا چاہ رہی تھی۔

"اِسے لان میں لانے کی ضرورت نہیں ہے میں نہیں چاہتا کہ نکاح سے پہلے وہاں سب کے سامنے تماشا کرے۔"

"ڈرائنگ روم میں لے جاؤ اِسے۔"

عشمیرہ جو خود کو باہر جانے کے لیے تیار کر رہی تھی میر زبیر کی بات سن کر مزید آپے سے باہر ہوئی۔

"میرا فون مجھے واپس چاہیے۔ورنہ میں یہاں سے ایک قدم بھی نہیں ہلوں گی۔"

"عشمی پلیز سٹاپ اِٹ۔!"

باپ کے تاثرات بگڑتے دیکھ کر زرمین نے دبے دبے لہجے میں ٹوکا مگر وہ بھی اپنے نام کی ایک تھی۔اُسے ٹلنا تھا نہ وہ ٹلی۔

"اگر آپ لوگ چاہتے ہیں کہ میں یہ سارا تماشا خاموشی سے بغیر کسی تماشے کے دیکھوں تو مجھے میرا فون دے دیں۔"

"اپنے کرتوتوں کا علم ہوتے ہوئے بھی یہ الٹا ہمیں دھمکیاں دے رہی ہے۔"

اُسکی ہٹ دھرمی پر میر زبیر بھی ساری محبت کو سائیڈ پر رکھتے سختی سے بولے۔

"میں بھی دیکھتا ہوں کیسے بات نہیں مانتی۔چلوو"

لمبے لمبے ڈگ بھرتے وہ اُسکے سامنے پہنچے۔ارادہ اب خود زبردستی اُسے ساتھ لے جانے کا تھا۔اُنکا ارادہ بھانپتے وہ بھی سرعت سے پیچھے ہوئی اور اُنہی کے انداز میں بولی۔

"میں بھی دیکھتی ہوں آج آپ مجھے کیسے روک"

میر زبیر کا خود پر اٹھتا ہاتھ دیکھ کر اُسکی بات پوری نہ ہو سکی تھی۔وہ بے یقین تھی دل سہم گیا تھا جبکہ زرمین تڑپ کر دونوں باپ بیٹی کے بیچ میں آئی۔

"ابو ابو پلیز خدا کے لیے"

"زری یہ بدبخت میرے ہاتھوں مر جائے گی۔"

دبے لہجے میں وہ غرائے۔نورین پھپھک پھپھک کر رو دیں۔یہ دونوں باپ بیٹی بس اُنہیں دُکھ دینے کے لیے ہی پیدا ہوئے تھے۔

"نہیں ابو پلیز چھوٹی ہے وہ۔نا سمجھ ہے۔میں سمجھاتی ہوں اِسے۔"

بھرائی آواز پر قابو پاتے وہ معاملہ سنبھال رہی تھی۔

"آپ جائیں میں لے کر آتی ہوں اِسے۔"

اُس نے نرمی سے کہا۔عشمیرہ اب اُسکے پیچھے تھی۔میر زبیر اُسکے تاثرات نہیں دیکھ سکتے تھے البتہ اُنکی سوچ پڑھتے اُس نے باپ کو تسلی دی۔

"فکر مت کریں ابو۔میرے ہوتے ہوئے وہ کچھ غلط نہیں کرے گی۔"

تھکی ہوئی سانس خارج کرتے وہ تیزی سے نکل گئے۔زرمین اور نورین بے اختیار پُرسکون ہوئیں۔

"عشمی میری جان کیوں بھری محفل میں ابو کو شرمندہ کروانا چاہتی ہو۔سب لوگ اُنکی کتنی عزت کرتے ہیں تم جانتی ہو ناں۔"

اب وہ رُخ موڑے نرمی اور محبت سے اُسے سمجھا رہی تھی جس کی آنکھوں میں نمی ہنوز تیر رہی تھی۔اُسکا دل اب بھی متوقع تھپڑ کے ڈر سے لرز رہا تھا۔

"ہم بچپن سے جہاں ابو کی رعب دار شخصیت سے ڈرتے رہے ہیں وہیں اُنکی شخصیت اور وقار سے مرعوب بھی تو ہیں۔"

روتی ہوئی نورین نے بےساختہ نظر اُس پر ڈالی جو اپنے نرم لہجے سے بہن کو رام کر رہی تھی۔وہ اچھے سے جانتی تھی عشمیرہ کو کیسے سنبھالا جائے۔

"کیوں اتنے لوگوں کے بیچ باپ کا وقار اور بھرم پاش پاش کرنا چاہتی ہو؟ پہلے جو کچھ کیا وہ کیا کم تھا؟"

اپنے مقابل کھڑی دلہن کے گال سے ہتھیلی جوڑے وہ اِتنا بڑا حوالہ بےحد نرمی سے دے گئی تھی۔عشمیرہ نظر چرا کر رہ گئی۔

"میں کچھ غلط نہیں کر رہی۔نہ کروں گی۔مجھے بس میرا فون چاہیے۔!"

اپنے چہرے پر سے اُسکا ہاتھ ہٹاتے اُس نے بےرُخی سے کہا۔

"اچھا چھا ٹھیک ہے۔امی کہاں ہے ہماری دلہن صاحبہ کا فون۔؟"

شرارتی لہجے میں ماں کو مخاطب کرتے وہ عشمیرہ کو حیران کر گئی۔اُس نے نہیں سوچا تھا کہ آج وہ اپنا فون بازیاب کروانے میں کامیاب ہو سکے گی مگر زرمین اِس ناممکن کو ممکن بنانا جانتی تھی۔اب نورین شاید سر ہلا کر اُسے منع کر رہی تھیں مگر اُسکے اشارے پر اُنہیں فون لانا پڑا۔

"یہ لو فون۔بہت ہو گیا اِسکا غلط استعمال۔اب اِسے سوچ سمجھ کر احتیاط سے استعمال کرنا۔"

نورین سے فون لے کر عشمیرہ کی طرف بڑھاتے وہ ابھی مزید سمجھانا چاہتی تھی۔

"ماں باپ کے گھر اور سسرال میں بہت فرق ہوتا ہے۔ہر قدم پھونک پھونک کر رکھنا پڑتا ہے۔یہاں تو تم پر بس باپ کی عزت اور ماں کی تربیت کی ذمہ داری تھی مگر سسرال میں ذمہ داری بڑھ جائے گی۔وہاں شوہر کی عزت اور باقی رشتوں کا اضافہ ہو جائے گا۔خیال رکھنا اِن سب باتوں کا بالکل ویسے ہی جیسے میں رکھتی ہوں۔"

اُس کا کندھا تھپکتے اُس نے کہا اور اُسکے بال ٹھیک کرنے لگی۔عشمیرہ شکوہ کناں نظر ماں پر ڈال کر زرمین کے سامنے سے ہٹ گئی۔وہ اُنہیں اپنے کسی بھی عمل سے نہیں دکھانا چاہتی تھی کہ اُنکے لیے

اُسکے دل میں کوئی نرم گوشہ تھا۔زرمین بے بسی سے مسکرا دی جبکہ وہ بیڈ پر سے اپنا پاؤچ اٹھاتے اُس میں اپنا موبائل رکھنے لگی۔

"عشمیرہ کے سسرال والے آ چکے ہیں اُنہیں لان میں بٹھایا گیا ہے۔پھوپھو لوگ بھی سب آ گئے ہیں۔تایا ابو آپ تینوں کو ڈرائنگ روم میں بُلا رہے ہیں۔"

اُسی دوران فرحین نے آ کر اطلاع دی۔عشمیرہ کی دھڑکن پل میں بڑھی تو یعنی وہ لمحات قریب تھے جن کا کبھی کسی اور کے ساتھ تصور کیا تھا۔گھر والوں نے فرہاد کو پسند کیا اُس نے ضارب سے محبت کی اور اب شادی کس سے ہونے جا رہی تھی؟

اُسکی خاموشی دیکھ کر زرمین اُسکی طرف بڑھی۔وہ فوراً اپنی سوچوں کو جھٹکتے آنکھوں کی نمی اپنے اندر اتار گئی۔اب وہ مزید رونا نہیں چاہتی تھی۔اب کچھ وقت کے لیے وہ پتھر ہو جانا چاہتی تھی اپنے اِس ارادے پر اُس نے فوراً عمل کیا اور زرمین کے قریب پہنچنے سے پہلے ہی بھاری قدم باہر کی طرف بڑھائے مطلب صاف تھا کہ وہ اب کسی کا سہارا نہیں چاہتی تھی۔

زرمین نے آنکھوں کے بھیگے گوشے صاف کیے اور ماں کو بازو کے حلقے میں لیے عشمیرہ کے پیچھے لپکی۔

وہ جو بڑی دیدہ دلیری سے چلتی جا رہی تھی ڈرائنگ روم کے باہر پہنچ کر رُک گئی۔بے دھڑک خود سے جانے پر جھجھک سی گئی تو ناجانے کہاں سے میر عمیر اُسکے قریب آئے اور مضبوطی سے اُسکا ہاتھ پکڑے اندر لے گئے۔وہ نہیں جانتی تھی کہ اِس دفعہ وہ کیوں مزاحمت نہ کر سکی تھی۔شاید آس پاس اتنے لوگوں کی موجودگی کا لحاظ کیا گیا تھا۔اُسے صوفے پر بٹھا دیا گیا تھا۔وہ پُر اعتماد رہنے کا ارادہ کر کے آئی تھی مگر اِس وقت نظر اٹھانا بھی محال تھا۔چاروں طرف وہ سب کی باتوں کا شور سُن سکتی تھی پر غائب دماغی کی وجہ وہ کسی کی بات سمجھ نہیں پا رہی تھی۔وہ نہیں جانتی تھی کہ پھر کتنی دیر گزرنے کے بعد میر زبیر اُسکے ساتھ آ کر بیٹھے اور کہاں کہاں اُس سے دستخط کروائے گئے۔میکانکی انداز میں وہ سب کرتی گئی یہاں تک کہ کارروائی مکمل ہو گئی۔پھر زہرا اُسے پیار دیتے اُسکے ساتھ ہی براجمان ہو گئیں۔زرمین اور نورین نے اُسکے قریب نہ جانے میں ہی عافیت جانی۔اُس سے کیا بعید تھا کہ سب کے سامنے بدتمیزی کر جاتی۔

عشمیرہ کا دماغ اِس وقت صرف سائیں سائیں کر رہا تھا۔کیا سے کیا ہو گیا تھا؟ صرف ڈیڑھ مہینے میں ہمیشہ اپنا اپنا لگنے والا ضارب شاید صدیوں کے فاصلے پر لگ رہا تھا۔اتنی آسانی سے وقت بدل جاتا ہے کیا؟ لامتناہی سوچوں کا سلسلہ ٹوٹا جب زہرا نے کھانے کی پلیٹ بنا کر اُسے پیش کی۔اگر اِس وقت یہ کام نورین یا زرمین کرتی تو کم سے کم وہ اِس پلیٹ کو زمین پر دے مارتی مگر اُس نے تھام لی۔شاید سمجھوتے کی پہلی سیڑھی پر قدم رکھا جا چکا تھا۔یونہی سوچتے سوچتے ایک گھنٹہ گزر گیا۔اُسے لگا جیسے

صدیوں کی مسافت پچھلے ایک گھنٹے میں طے کر لی تھی۔ہاں تبھی تو آنکھیں پتھرا گئی تھیں۔سماعت کیا پتھرائی اردگرد کے مناظر بھی پتھرا گئے۔اور بالآخر رخصت ہونے کا وقت آن پہنچا۔

اُس کی نظر چمکتے کالے جوتوں میں مقید پاؤں پر پڑی۔دل کی رفتار سست پڑی۔اُس نے سر اٹھا کر دیکھنے کی ہمت نہیں کی تھی بس منتظر تھی کہ ابھی اُسکا ہاتھ بڑے حق سے تھام لیا جائے گا مگر یہ کیا؟

وہ غالباً سرگوشی کے سے انداز میں زہرا سے کچھ کہتا واپس مڑ گیا۔وہ قدم دور کیا ہوئے اُسکی رُکی سانس بحال ہونے لگی تھی۔

بڑی نرمی سے زہرا نے اُسکا ہاتھ تھام لیا۔اِس دفعہ بھی اُسکے ذہن میں مزاحمت جیسے لفظ کا تصور نہیں آیا تھا۔سُن ہوتے وجود کا وزن سنبھالتے وہ اٹھ گئی۔میر عمیر اور اُسکی پھوپھی کے علاوہ گھر والوں میں سے کوئی اُسکے قریب نہیں آیا تھا۔

اور پھر لمحے یوں تیزی سے سرک گئے جیسے انگلیوں سے ریت سرک جاتی ہے۔اُسے مدت یاد نہیں تھی مگر جتنی دیر وہ گاڑی میں تھی اُس نے خوب رو کر دل کا سارا بوجھ اتار دیا۔جس تیزی سے اُسے زہرا کے ساتھ گاڑی میں بٹھایا گیا تھا اُسی تیزی سے اُتار بھی لیا گیا تھا۔

یہاں بھی بس اُسکے ساتھ زہرا ہی تھیں۔وقفے وقفے سے واصف کی آواز وہ سن سکتی تھی کچھ اور آواز بھی تھیں وہ دھیان نہیں دینا چاہتی تھی تبھی بڑے تردد سے اُس نے زہرا کو مخاطب کیا جو اُسے لاؤنج کے صوفے پر بٹھا رہیں تھیں۔

"آنٹی تھک گئی ہوں۔اب بیٹھنا نہیں چاہتی۔"

اُسکی مختصر بات میں بھی بے رُخی تھی۔زہرا نے بخوبی محسوس کی مگر اب جب بیٹے کی التجاؤں پر ہار مان ہی چکی تھیں تو پھر کسی بات کا کیا اعتراض کرنا؟ اور پھر خاموشی سے اُسے اوپر شارم کے کمرے میں پہنچا دیا گیا۔

اُسکے لیے یہ ایک حیران کُن جھٹکا تھا کہ کمرہ روایتی طریقے سے تیار نہیں کیا گیا تھا۔وہ تو ناجانے کیا کیا سوچ کر بیٹھی تھی مگر دل ایک دم ہلکا ہو گیا۔اُسے ذہنی طور پر اِس وقت یہی سادگی سکون دے سکتی تھی۔اور یہ بات اُسکی زمل فاطمہ سے بہتر کون جان سکتا تھا؟

پُرسکون سی وہ بیڈ پر جا بیٹھی۔آج کا سارا دن اُسکی آنکھوں کے سامنے چلنے لگا۔جو مناظر وہ بس غائب دماغی سے دیکھ رہی تھی اب وہ بھی واضح دکھائی رہے تھے۔کتنی ہی دیر دوبارہ رونے کا سیشن چلا پھر

تھک کر وہ اُس نامانوس کمرے کے نامانوس بستر پر گر سی گئی۔کاش کوئی ہوتا جو دل کا بوجھ ہلکا کر دیتا۔کاش کوئی سمجھنے والا، دکھ بانٹنے والا اور ہاں میں ہاں ملانے والا ہوتا۔پر یہ کاش کیوں؟

زمل فاطمہ کیوں نہیں؟

وہ پھرتی سے اٹھ بیٹھی۔پاؤچ میں سے موبائل نکالا اور ہمیشہ کی طرح موبائل پکڑ کر دنیا جہاں کی فکروں اور غموں سے پیچھا چھڑواتے زمل کو میسج کرنے لگی۔

"کبھی سوچا نہیں تھا کہ ایسے حالات میں میری شادی ہو گی۔"

"میری کوئی دوست نہیں تھی شادی میں۔"

"اگر میری شادی ضارب سے ہوتی تو تمہیں لینے میں خود کراچی آتی۔اور پھر باقی سب کو بھی بُلاتی۔"

ہمیشہ کی طرح ایک ساتھ جلے دل کے پھپھولے پھوڑے۔

زمل شاید آن لائن نہیں تھی۔جواب کے انتظار میں وقت برباد کرنے کی بجائے اُس نے سکرول کرنے کو ترجیح دی۔کوئی بیس منٹ تو آرام سے بغیر پتہ چلے گزر گئے۔انسٹاگرام سکرول کرتے وقت گزرنے کا پتہ کیسے چلتا ہے؟

"عشمیرہ تم؟"

زمل کا موٹی موٹی پوری کُھلی آنکھوں والے ایموجی کے ساتھ میسج آیا۔یقیناً آج اِس وقت وہ اُسکے میسج کر دینے پر حیران ہی ہو سکتی تھی۔یہ سوچ کر عشمیرہ مسکرائی۔آج کے دن کی پہلی مسکان تھی یہ۔

"آج تو شادی ہے تمہاری۔"

"یہاں کیا کر رہی ہو؟ وہ بھی اِس وقت؟"

اُس کی سوچ کے مطابق سوال کیے گئے۔

شارم جو واصف کو سی آف کرنے کے بعد زہرا کے کہنے پر اپنے کمرے میں ہی آ رہا تھا سیڑھیوں پر ہی مخصوص نوٹیفکیشن کی آواز پر چونک گیا۔

اُسکے میسج دیکھ کر اُسے حیرت کا جھٹکا لگا تھا۔نظر سیدھا اپنے کمرے کے بند دروازے پر گئی جس کے پیچھے وہ موجود تھی مگر یہ میسج؟

****

"میرا دل خون کے آنسو رہا ہے۔"

"گھر والوں کو اپنے قریب تک آنے کی اجازت نہیں دی تھی میں نے"

"نہ وہ مجھ سے ملے۔اکیلی ہوں ناں۔سوچا کسی سے بات ہی کر لوں۔اور اِس بارے میں صرف تم سے ہی کر سکتی ہوں۔"

نوٹیفکیشن کی آواز پر وہ سوچوں سے باہر نکلا تو الرٹ ہوا۔یعنی وہ اپنا موبائل آج ہی ساتھ لے آئی تھی۔مگر کیوں؟ اُسکے میسج پڑھے بغیر سوال کیا گیا۔

"تم گھر والوں سے چھپ کر موبائل ساتھ لائی ہو۔؟"

"چھپ کر نہیں لائی۔"

"شادی میں کوئی تماشا نہ کرنے شرط ہی یہی رکھی تھی میں نے کہ موبائل ساتھ لاؤں گی۔"

دوسری طرف سے لمحوں میں جواب آیا۔اُسکی ہٹ دھرمی وہ محسوس کر سکتا تھا۔اُس نے کوئی جواب نہ دیا اور اپنے کمرے میں جانے کی بجائے وہ سارہ کے کمرے میں چلا گیا۔بیڈ پر ڈھیتے وہ سوچوں میں گم ہو گیا۔کیسے اُس نے زہرا کو منایا تھا یہ بس وہی جانتا تھا۔پھر اُسکی متوقع مزاحمت سے احتیاط برتتے اُس نے واصف اور باقی سب کے اصرار پر بھی آج اپنی دلہن کے ساتھ تصویریں بنانے کی خواہش

کو دبا لیا تھا۔اُسے یقین تھا کہ رخصتی سے پہلے اُسکا موبائل لے لیا جائے گا مگر وہ کیسے بھول گیا کہ اُس نے یہ گمان عشمیرہ کے متعلق کیا تھا۔

"اور ایک منٹ"

"یہ تم کیسے سوال کر رہی ہو؟"

میسج ٹون پر وہ ایک دفعہ پھر متوجہ ہوا۔اُسے وجہ جاننا تھی اور اِسکے لیے اُس سے بات کرنا ضروری تھا۔

"ایک اَن چاہی دلہن بنی لڑکی سے اِس طرح کے سوال کرتا ہے کوئی؟"

اُس نے مزید سوال داغا۔شارم کے ماتھے پر بل پڑے۔طنزیہ انداز میں سوال پر سوال کیا گیا۔

"اچھا تو کیا سوال کروں اِس اَن چاہی دلہن سے؟"

"پتہ نہیں۔مجھے تو خود کچھ سمجھ نہیں آ رہی"

اُسکے طنزیہ انداز سے قطعی بے خبر وہ الجھ کر بول رہی تھی۔

"ابو نے پتہ نہیں کیسے لوگ ڈھونڈ لیے مجھ سے جان چھڑوانے کے لیے۔"

"کہیں میرا بھی حال زرمین جیسا نہ ہو جائے یار۔دل ڈر گیا ہے بہت"

ارے واہ عشمیرہ اپنے سسرال والوں میں دلچسپی لے رہی تھی۔شارم تو فوراً سیدھا ہو بیٹھا۔

"کیوں ایسا کیوں لگا؟"

"یہ تو مجھے چوروں کی طرح رخصت کروا کے لائے ہیں۔نارمل شادیوں کی طرح بالکل کچھ نہیں ہوا۔"

"اِنکے بس اِکا دُکا ریلیٹِوز (رشتہ دار) تھے۔سگی بہن تک نے بھائی کی شادی میں شرکت نہیں کی۔پورا خاندان مشکوک لگتا ہے۔ابو کو تو بس مجھے کسی طرح اُس گھر سے نکالنا تھا۔"

اُس نے اپنے تئیں انکشاف کیا۔شارم اُسکی فکروں پر مسکرا کر رہ گیا۔شاید اُسے علم نہیں تھا کہ چوروں کی طرح بیاہنے کی شرط اُسکے اپنے باپ کی تھی۔مشکوک شرط تو اُنکی طرف سے رکھی گئی تھی اُسی وجہ سے تو زہرا کو منانا مشکل ہوا تھا۔اپنی کاوشیں یاد آئیں تو وہ تاسف سے سر ہلا کر رہ گیا۔

"کیا پتہ یہ تمہارے گھر والوں کی خواہش ہو۔"

کچھ توقف کے بعد اُس نے عشمیرہ کو وہ پہلو دکھانا چاہا جس سے وہ بے خبر معلوم ہوتی تھی۔اب کُھل کر دعوے سے کہنے سے تو رہا۔

"مجھے سمجھ نہیں آتی زمل کہ تم ہمیشہ غلط لوگوں کی فیور میں اور اچھے لوگوں کے خلاف کیوں بولتی ہو؟"

دوسری طرف وہ بگڑ گئی تھی۔اور بھلا اِس سے زیادہ شارم کے لیے کچھ حیران کُن ہو سکتا تھا؟

"یہ میں کیا سُن رہی ہوں۔آج عشمیرہ اپنے گھر والوں کو اچھا کہہ رہی ہے؟"

وہ واقعتاً حیران تھا۔چلو کسی دوسری پارٹی کے چکر میں ہی سہی پر وہ آج اپنے ماں باپ کو حق پر مان رہی تھی۔خود عشمیرہ بھی اپنی بات کہہ کر اب الجھ چکی تھی۔کیا اُس نے واقعی اُنکا دفاع کیا تھا جن کو آج قریب تک نہیں آنے دیا؟

"پلیز زمل اِس ٹاپک کو چینج کرو"

جب مزید کچھ نہ بن پڑا تو اُس نے بھرپور بیزاری سے لکھا۔شارم اُسکی ذہنی کیفیت کا اندازہ بخوبی کر سکتا تھا تبھی مصالحت آمیز انداز اپنا گیا۔

"اچھا۔پھر کیا پوچھوں؟"

دوسری طرف خاموشی رہی شاید وہ بھی سوچ میں پڑ چکی تھی۔

"یہی بتا دو تمہارا شوہر کیسا لگا تمہیں؟ پاس نہیں ہے وہ؟"

اُس نے شرارتی سا ایموجی لگا کر سہیلیوں کی طرح چھیڑنا چاہا ارادہ اپنے بارے میں اُسکے خیالات سننے کا تھا۔

"میں نے تو دیکھا بھی نہیں۔"

"اپنے عجیب گھر والوں کی طرح وہ بھی عجیب ہی ہے۔آیا ہی نہیں ابھی تک"

اُس نے شاید افسوس سے کہا تھا۔شارم خوش فہم ہوا۔

"اوہ تو یعنی تمہیں انتظار ہے اُسکا؟"

وہ تو بس ہواؤں میں اڑنے کے قریب تھا مگر عشمیرہ نے نخوت سے اُسکی خوش فہمی کا بُت مسمار کیا۔

"انتظار مائے فُٹ"

"مجھے بس یہ بات تشویش میں ڈال رہی ہے کہ سب کچھ اتنا عجیب کیوں لگ رہا ہے؟ ورنہ مجھے کسی کی کوئی پرواہ نہیں"

اُسکی بیزاری عروج پر لگتی تھی۔شارم کی آنکھوں میں جلتی جوت بجھ گئی۔

"تم اِس لہجے میں اپنے شوہر سے بات کرو گی؟"

وہ چاہ کر بھی یہ سوال پوچھنے سے خود کو روک نہیں پایا تھا۔

"اگر اُسے شک ہو گیا کہ تمہارے ساتھ زبردستی کی گئی ہے یا کچھ اور پتہ چل گیا تو سوچو کیا ہو گا"

اپنے سامنے وہ اُسکی ایسی باتیں نہیں برداشت کر سکتا ہے تبھی خبردار کرنا چاہا۔

"شک؟"

"میں خود سب بتا دوں گی اُسے۔تاکہ وہ مجھ سے پرہیز ہی کرے۔"

اب اُسکے پیغام تمسخرانہ ہوتے جا رہے تھے۔

"موبائل لانے کی وجہ بھی بتا دوں گی۔صاف کہوں گی کہ مجھے اب تک ضارب کا انتظار ہے۔اور یہ بھی کہ مجھے اِس رشتے میں کوئی دلچسپی نہیں"

اُس کا انداز آج بھی بغاوت کی میل کھا رہا تھا۔ضارب؟ پھر سے ضارب؟ اب بھی ضارب؟ جہاں شارم کا دل بجھا وہیں خون جوش مارنے لگا۔

"تمہارا دماغ ٹھیک ہے؟"

"تم نے سُنا نہیں کہ مرد یہ باتیں برداشت نہیں کرتے؟ تمہیں آج کے آج فارغ کر دیا اُس نے تو اپنے گھر والوں کو کیا منہ دکھاؤ گی؟"

وہ ڈرا رہا تھا۔وجہ صرف یہی تھی کہ وہ اُسکے سامنے کوئی ایسی بات کرنے سے پرہیز کرے مگر وہ تو محاذ تیار کیے مورچے سنبھالے بیٹھی تھی۔

"تم پھر ایک غلط شخص کی فیور کر رہی ہو؟"

دوسری طرف عشمیرہ کا تو خون ہی کھول اٹھا تھا۔یہ آج زمل فاطمہ کو ہو کیا گیا تھا؟

"آخر تمہارا مسئلہ کیا؟"

"دوست میں ہوں تمہاری اور تم یہ سب؟"

"یُو ناؤ واٹ مجھے تم سے بات ہی نہیں کرنی چاہیے۔"

اُسکا دل تو آج یوں بھی بہت اُداس تھا مگر زمل کی باتوں نے مزید افسردہ کر دیا تھا تبھی اُسے جو سمجھ آیا لکھتی گئی۔شارم اُسکے پیغامات پر ہکا بکا رہ گیا جو اب شاید آف لائن ہو چکی تھی۔

پہلے سہیلی تھی تو اچھی خاصی دوستی تھی آج بیوی بن کر اُسکے گھر آ گئی تھی تو لڑنا بھی شروع کر دیا۔بیوی وہ شارم کی تھی مگر جھگڑا زمل فاطمہ سے؟ یہ تو سراسر ظلم تھا۔اپنی سوچوں پر وہ ڈھٹائی سے ہنس دیا۔وہاں کمرے میں بیٹھی بیوی نے تو رہنا ہی ناراض تھا مگر اب یہاں سہیلی بھی ناراض کر دی تھی۔

وہ اب اُسکے پیغامات کے جواب دینا تو دور دیکھ بھی نہیں رہی تھی۔لیکن کیا ہوا جو وہ نہیں دیکھ رہی تھی۔زمل فاطمہ سے بات نہیں کرنی تھی تو شارم سے تو کرنا ہی پڑے گی۔وہ ہنستا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔

سارہ کے کمرے سے سیدھا وہ اپنے کمرے میں گیا۔بڑے احتیاط سے ہینڈل پر ہاتھ رکھا اور دروازہ بے آواز کھولتے اندر داخل ہوا۔عشمیرہ جو موبائل ہاتھ میں لیے بیٹھی تھی ناجانے کیوں بری طرح گھبرا کر موبائل تکیے کی نیچے رکھ گئی۔اپنی یہ حرکت خود اُسکی سمجھ سے بھی باہر تھی جو اُس نے کیا وہ بالکل غیر ارادی تھا۔شارم نے بس اُسکی گھبراہٹ ملاحظہ کی تھی باقی کہانی سمجھنے میں اُسے ایک لمحہ لگا تھا۔

"السلام علیکم"

اُس نے گلہ کھنکار کر کہا تو مقابل کے دل کی دھڑکن سست پڑی۔بڑی مشکل سے اُس نے جواب میں سر ہلایا۔وہ اُسکی طرف دیکھنے کے لیے سر بھی نہیں اُٹھا سکی تھی۔

دونوں ہتھیلیوں کو باہم مسلتے خود کو بہادر سمجھنے والی عشمیرہ اپنی حرکت پر شدید مضطرب لگ رہی تھی۔شارم خود حیران تھا۔وہ تو کہہ رہی تھی کہ وہ ڈنکے کی چوٹ پر بتا دے گی مگر اب تو معاملہ ہی کچھ اور لگ رہا تھا۔شارم نہیں چاہتا تھا کہ وہ اُسکے ساتھ آنکھ مچولی کھیلے۔کتنا تکلیف دہ ہوتا کہ وہ اُس سے چھپ کر اپنے پاس موبائل رکھتی۔اِس لڑکی سے کبھی کسی اچھے کام کی توقع نہیں تھی۔تاسف سے سر ہلاتے وہ کچھ سوچ کر آگے بڑھا اور بیڈ پر اُسکے ساتھ جا بیٹھا۔چند لمحے عجیب سی خاموشی چھائی رہی جب وہ گھبرا کر اٹھ گئی۔

"کہاں جا رہی ہو؟"

بے اختیار شارم نے اُسکی کلائی تھامے روک لیا۔

عشمیرہ تڑپ کر پلٹی۔آج کے دِن پہلی دفعہ وہ اپنے دلہے کو دیکھ رہی تھی۔سفید اور گولڈن شیروانی میں ملبوس، کُلاہ شاید اُس نے پہنا ہی نہیں تھا۔بالوں کو اچھے سے سیٹ کیے، کلائی پر نفیس سی گھڑی پہنے وہ اچھا ہی لگتا اگر اُسکا ہاتھ نہ پکڑتا۔اِس سے پہلے کہ وہ خود میں مزاحمت کرنے کی ہمت پیدا کرتی یکدم فون کی رِنگ ٹون نے خاموشی میں خلل ڈالا۔اُسکے بے تکے کھیل کو ختم کرنے کے لیے کال شارم نے ہی کی تھی۔عشمیرہ کے تو رنگ اُڑ گئے۔کیسے نہ اُڑتے فون تکیے کے نیچے سے گلا پھاڑ رہا تھا۔چند منٹوں میں اُسکی چوری پکڑی گئی تھی۔وہ کیا سوچے گا عشمیرہ کی اِس حرکت پر؟ عشمیرہ کا چہرہ سفید پڑنے لگا۔

"یہ موبائل کی آواز کہاں سے آ رہی ہے؟"

وہ انجان بنتے پوچھ رہا تھا۔عشمیرہ کا تو جسم ٹھنڈا پڑنے لگا تھا۔جبکہ شارم نے ایک ہاتھ سے ہنوز اُسکی کلائی پکڑے دوسرے سے موبائل برآمد کیا۔تکیے کے نیچے سے موبائل نکال کر اُس نے اُلٹ پلٹ کر دیکھتے سرسری انداز میں پوچھا

"تمہارا موبائل ہے؟"

عشمیرہ اب مُکر تو نہیں سکتی تھی۔چار و ناچار اُسے ہاں ہی کرنا تھی۔شارم کے ہاتھ میں موجود عشمیرہ کا ہاتھ کانپنے لگا تھا۔نہ صرف وہ بری طرح لب کچل رہی تھی بلکہ اضطراب میں بار بار پلکیں بھی جھپکا رہی تھی اُس پر مزید اُس نے معصومیت سے زور و شور سے سر ہلایا۔شارم نے بمشکل اُسکے جان لیوا تاثرات سے نظریں چرائیں۔

"یہ لو کال آ رہی ہے کسی کی۔"

اپنی ہی کال دیکھ کر وہ اندر ہی اندر ہنستے بڑی شرافت سے فون عشمیرہ کی طرف بڑھا گیا۔عشمیرہ نے جھپٹنے کے سے انداز میں موبائل اور اپنا ہاتھ واپس کھینچا۔زمل کی کال دیکھ کر اُسکے تن بدن میں آگ لگ گئی تھی۔یہ لڑکی اُسکو آج ہی شارم کی نظر میں مشکوک بنانے پر تُلی تھی۔ہیں؟ وہ حیران ہوئی۔کیا واقعی اُسے فکر ہوئی تھی؟ شارم کی خود پر ٹِکی نظر سے وہ ہوش میں آئی۔کال ہنوز آرہی تھی۔زمل پر ہزار لعنتیں بھیجتی وہ کال کاٹ کاٹتے موبائل سائلنٹ پر لگا گئی۔چند سیکنڈ خود کو نارمل کرنے کے بعد وہ تیزی سے بولتی چلی گئی۔

"رہنے دیں۔دوست ہے میری۔"

"مگر پاگل ہے۔"

"پتہ نہیں کیوں کال کر رہی ہے"

"اُسے پتہ بھی ہے کہ مگر"

بولتے بولتے وہ رُکی۔بھلا شارم کو کیا دلچسپی ہو گی؟

اور وہ جو زمل فاطمہ کے لیے اُسکے نادر خیالات بڑی دلچسپی سے سُن رہا تھا اُس کے رُک جانے پر بدمزہ ہوا۔وہ وہیں جمی کھڑی تھی۔کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہاں جائے۔شارم نے ہی بغور اُسے دیکھتے خاموشی توڑی۔

"پرانا موبائل ساتھ لانے کی کیا ضرورت تھی؟ مجھ پر شک تھا کوئی کہ نیا لے کر نہ دیتا۔"

اِس سوال پر عشمیرہ کا سر گھومنے لگا تھا۔کتنا کچھ سوچا تھا اُس کے منہ پہ کہنے کو مگر ناجانے کیوں وہ سب کہہ نہیں پا رہی تھی۔گڑبڑاتے ہوئے وہ بمشکل بول سکی۔

"نہیں۔وہ بس"

"زرمین نے دے دیا۔زبردستی۔"

اتنا بڑا جھوٹ۔!اپنی بزدلی پر وہ خود کو شوٹ کر دینا چاہتی تھی۔

"کہہ رہی تھی کانٹیکٹ (رابطہ) ہو جائے گا آسانی سے۔"

اُس نے تیزی سے مزید اضافہ کیا۔شارم کے ایک سوال پر اُس نے اتنے جھوٹ بول دیے تھے اور شارم بس خاموشی سے اُسکا چہرہ پڑھ رہا تھا۔اُس کے دماغ میں چلتے خیالات کا تجزیہ کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔

"ہمم۔اچھا کیا۔"

اُس نے مسکراتے ہوئے کہا۔دماغ اب تک اُسکے رویے میں الجھا ہوا تھا۔وہ لڑکی کہتی کچھ اور کرتی کچھ تھی۔شارم نے مزید پرکھنے کو ناراضی سے کہا۔

"جب میں نہیں آیا تھا تو میرے انتظار میں اِس سجے سنورے روپ میں میری منتظر بیٹھی تھی۔اب آ گیا ہوں تو اٹھ گئی ہو۔کیوں؟"

وہ اپنے لیے پھر سے 'انتظار مائے فُٹ' والا زہریلا جملہ سننے کے لیے خود کو تیار کر رہا تھا۔

"تھک گئی ہوں۔سونا چاہتی ہوں۔"

ہیں یہ کیا؟ اُس نے تو کچھ بھی کڑوا کسیلا نہیں کہا تھا۔شارم نے اُسکے متضاد رویوں پر غور کیا۔

وہ زمل فاطمہ سے کہنے والی باتیں اپنے شوہر سے نہیں کہہ پا رہی تھی۔اور جو اب نہیں کہہ پا رہی تھی وہ بعد میں بھی کہاں کہہ سکے گی؟

شارم نے نتیجہ نکالا۔خیر بہت جلد یہ بھی غلط ثابت ہو ہی جاتا مگر فی الحال وہ خوش ہو سکتا تھا۔

"پکا یہی بات ہے؟" شارم نے اُسے مزید امتحان میں ڈالا تھا۔اُس نے بمشکل ہاں میں سر ہلایا۔

"یہ تو کوئی بڑی بات نہیں"

"پھر تو تمہیں پتہ ہونا چاہیے کی آج کی رات سب دلہنوں کی یونہی گزرتی ہے۔"

اُس نے کندھے اچکاتے بڑے سکون سے کہتے عشمیرہ کا سکون برباد کیا۔شارم نے بغور اُس کے چہرے کا اتار چڑھاؤ دیکھا پھر انجان بنتے بے ترتیب سا بیڈ پر لیٹ گیا۔عشمیرہ جو پہلے ہی جانے کو پر تول رہی تھی فوراً وہاں سے ہٹ گئی۔واشروم میں جانے سے پہلے وہ ڈریسنگ کے پاس جا کر دوپٹے پر لگی پنز اُتارنے لگی۔

"اپنا بچپن یاد ہے؟ تم لوگ ہمارے ساتھ والے گھر میں رہا کرتے تھے۔"

اُسکی آواز پر وہ چونک کر متوجہ ہوئی۔شیشے میں وہ اُسکا عکس دیکھ سکتی تھی۔وہ وہیں لیٹا شیشے میں ہی دیکھ کر پوچھ رہا تھا۔عشمیرہ نے آخری پن نکال کر دوپٹہ ڈریسنگ پر رکھتے نفی میں سر ہلایا۔ناجانے کیوں ہمیشہ پٹر پٹر چلنے والی زبان آج ساتھ نہیں دے رہی تھی۔

"میری بہن سارہ یاد ہے؟"

کچھ توقف کے بعد شارم نے اُسکے عکس پر ہی بھرپور نظر ڈالتے مزید پوچھا۔اپنے بالوں سے پنز نکالتے اُس نے ایک دفعہ پھر نفی میں سر ہلایا۔اب کی بار شارم کی طرف دیکھنا بھی ضروری نہیں سمجھا گیا تھا۔یکدم وہ اٹھ کر ڈریسنگ کی طرف بڑھا اور وہ جو اُسکی طرف دیکھنا بھی پسند نہیں کر رہی تھی اب سفید پڑتا چہرہ لیے مسلسل اُسے دیکھنے لگی۔وہ اُسکے قریب پہنچ کر رُکا۔

"کیوں یاد نہیں؟" وہ کرید رہا تھا، بات بڑھا رہا تھا یا اُسے اپنی طرف متوجہ کرنا چاہتا تھا وہ خود بھی نہیں سمجھ پایا۔عشمیرہ مضطرب ہونے لگی۔اُس کے سامنے اُسکا سارا اعتماد ہوا ہو رہا تھا۔ہاتھ میں پکڑی پِنز ڈریسنگ پر رکھتے اُس نے ماتھے پر آتی لٹوں کو پیچھے کیا اور بڑی دقت سے بولی۔

"بہت چھوٹی تھی میں۔بھول گیا ہے سب۔"

شارم کی نگاہیں اُسکی ایک ایک حرکت کا باریکی سے جائزہ لے رہی تھیں۔میسج پر تو وہ آج تک نہیں جان پایا تھا کہ وہ اِتنا گھبراتی ہوگی۔وہ تو اُسکے آج والے انداز پر حیران تھا۔بےرخی سے جواب بھی نہیں دے رہی تھی۔بیزار ہونے کے باوجود بیزاری بھی چھپا رہی تھی۔شارم کی نگاہوں میں کچھ تو تھا کہ وہ سر جھکا گئی تھی۔وہ بے اختیار ہوا تھا نرمی سے اُسکی دونوں ہاتھ تھامتے اِس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتا اُس نے ہلکی سی مزاحمت کی۔

"مجھے چینج کرنا ہے پلیز۔"

وہ اپنے ہاتھ واپس کھینچ لینا چاہتی تھی شارم نے گرفت مضبوط کی۔

"اگر میں کہوں کہ تمہیں آج تمہارا بچپن اور اُس سے جڑے لوگ یاد کروانا چاہتا ہوں تو؟"

اُسکے بے خود لہجے کی تاب نہ لاتے عشمیرہ نے آخر بے رُخی سے کہہ ہی ڈالا۔

"مجھے کچھ یاد نہیں کرنا۔"

ایک دو جھٹکوں کے بعد وہ اپنے ہاتھ آزاد کرواتے بڑی تیزی سے جیولری اتارنا شروع کر چکی تھی۔شارم نے بے بسی سے اُسے دیکھا۔

"واصف نے مجھے بتایا تھا کہ تم اِس شادی کے خلاف تھی۔"

اُسکی آواز پر جھمکے اتارتے عشمیرہ کے ہاتھ جم گئے تھے۔ناجانے واصف نے اور کیا کیا کچھ بتایا ہو گا؟

"وہ کہہ رہا تھا کہ تم آگے پڑھنا چاہتی تھی اِس لیے فی الحال شادی نہیں کرنا چاہتی تھی اِسی پر زبیر انکل سے اَن بَن چل رہی تھی۔"

اُس نے ایسی کون سی خواہش کی تھی؟ اور کس سے؟

خیر جو بھی ہو اُسکی رُکی ہوئی سانس بحال ہوئی تھی۔اُسے واصف کا یہ اقدام اچھا لگا تھا۔

"جی۔پر وہ نہیں مانے۔"

واہ واہ عشمیرہ۔ایک اور جھوٹ۔وہ ساری الف لیلیٰ سنا دینا چاہتی تھی پر ہمت ہی کہیں دور جا سوئی تھی۔شارم نے کن اکھیوں سے اُسے دیکھا تھا۔

"اِسکا مطلب تمہیں مجبوری میں شادی کرنا پڑی۔؟"

"کیا تم کم بولتی ہو۔؟"

شارم کے بے تکے سوالوں پر وہ کوئی جواب نہیں دے سکی تھی۔

"واصف سے سُنا تھا عشمیرہ لاجواب کرنے میں ماہر ہے۔کچھ مہینے پہلے خود میں بھی ریسٹورنٹ میں دیکھ چکا ہوں۔اب کہاں ہے وہ عشمیرہ؟"

پھر سے واصف؟ اگر اُس نے اتنا کچھ بتا دیا تھا تو کہیں مزید؟ وہ آگے سوچ نہیں سکی تھی۔

وہ یہ موضوع شروع کر چکا تھا اور کیا ہی اچھا ہو اگر عشمیرہ ہر بات آج ہی واضح کر دے۔اُس نے خاموشی سے الفاظ اکٹھا کیے اور اِس سے پہلے کہ وہ لب کشائی کرتی زمل فاطمہ کا پیغام دماغ میں گھومنے لگا تھا۔

"تم نے سُنا نہیں کہ مرد یہ باتیں برداشت نہیں کرتے؟ تمہیں آج کے آج فارغ کر دیا اُس نے تو اپنے گھر والوں کو کیا منہ دکھاؤ گی؟"

وہ کمزور پڑ چکی تھی۔ سمجھوتہ نہ سہی پر کم سے کم وہ آج کا دن خاموش رہ سکتی تھی۔

"نہیں مجبوری کیسی؟ میں.....خوش ہوں۔"

ہائے یہ عشمیرہ۔!شارم ضرور خوشی سے بےہوش ہو جاتا اگر وہ زمل فاطمہ سے اپنے دکھ سکھ نہ کر چکی ہوتی۔

"ہاں میں بھی یہی سوچ رہا تھا۔تم بھلا کیوں خوش نہیں ہو گی؟"

اُس نے بھی تو خوب پریشان کیا تھا اُسے تو وہ بھی اُسے مزید آزمائش میں ڈالنا چاہتا تھا۔

"ناراضگی انکل سے ہے تمہیں آگے پڑھنے کی اجازت نہ دینے پر۔اِس رشتے سے تو کوئی ناراضگی نہیں۔"

اُس نے دھیرے سے دو قدم کا فاصلہ سمیٹا اور نرمی سے اُسکا جھمکا اُتار دیا۔ عشمیرہ اِس اچانک افتاد پر ہونق سی اُسے دیکھے گئی جبکہ اُس نے جھک کر دوسرا جھمکا بھی اتار دیا۔ عشمیرہ دم سادھ گئی۔دل کانوں میں دھڑکنے لگا تھا۔شارم نے دونوں جھمکے ڈریسنگ پر رکھے لَو دیتی نگاہ اُس پر ڈالی۔وہ اُسکی نگاہ کی تاب نہ لا سکی۔نہ صرف پلکیں گالوں پر سجدہ ریز ہوئیں بلکہ چہرہ بھی جھکا لیا گیا تھا۔اِس ادا پر شارم کا دل ڈول سا گیا۔بے ساختہ اُس نے دو انگلیوں سے اُسکی تھوڑی اٹھائے چہرہ اونچا کر دیا۔ عشمیرہ کی پلکیں لرز رہی تھیں اور شارم کا دل اور اب کی بار اُس کی نگاہ سرخ لِپ اسٹک سے مزین ہونٹوں پر

گئی جن پر بڑی سی نتھ کی رکاوٹ تھی۔ایک لمحے میں وہ اُسکی ناک کو نتھ کی قید سے آزاد کروا گیا۔عشمیرہ کے محسوسات اب دکھ اور تکلیف میں بدل رہے تھے۔ذہن میں ایک اَن چاہی قربت کی سوچ تھی اور دل میں اُس سے اٹھتی تکلیف۔شارم تو بغور اُس کے ناک پر نقلی نتھ سے ہوا زخم دیکھ رہا تھا اُسکی طرف کیسے متوجہ ہوتا۔پہلے ٹھنڈے پوروں سے اُسکی ناک سہلائی پھر بےخودی میں زخم پر جھک گیا۔یہاں اُسکا دل اپنی خواہش پر جھکا تو وہیں عشمیرہ کا دل اپنی خواہش پر۔یکدم بے تحاشا آنسو ٹوٹ کر گالوں پر بکھرنے لگے۔شارم کرنٹ کھا کر دور ہوا۔وہ عام دلہنوں کی طرح اُسکے رونے کو شرم و جھجک کا باعث سمجھتا مگر وہ عام دلہن نہیں تھی۔وہ اُسکے رونے کی وجہ اچھے سے سمجھتا تھا وہ ایسی دلہن تھی جس کا دلہا اُسکی زندگی کے ہر لمحے سے واقف تھا۔وہ کچھ فاصلے پر کھڑا اُسے ہی دیکھ رہا تھا جو بڑی خاموشی سے نیر بہانے میں مصروف تھی۔شارم کو بیک وقت غصہ اور دکھ ہوا۔

"جاؤ۔چینج کرو۔"

بڑی بے رُخی سے اُس نے کہا تھا۔عشمیرہ کے پاس محسوس کرنے کا وقت تھا بھلا؟ وہ تو بس ہر چیز کی پرواہ کیے بغیر واشروم کی طرف بھاگی۔

شارم کچھ دیر وہیں کھڑا رہا پھر بھاری دل سے وارڈروب کی طرف بڑھ گیا۔وہ اُسکے آنے سے پہلے اپنا بستر سنبھال لینا چاہتا تھا۔

جب تک وہ چینج کر کے آیا عشمیرہ کمرے میں نہیں آئی تھی۔واشروم سے بے دریغ پانی گرنے کی آوازیں آ رہی تھیں۔یقیناً وہ بغیر کسی رکاوٹ کے بہت سارا رونا چاہتی تھی۔شارم نفی میں سر ہلاتے بیڈ پر جا لیٹا۔

بہت سا رو چکنے کے بعد وہ باہر نکلی تو صرف نائٹ بلب کی روشنی نے اُسکا استقبال کیا۔وہ شاید سو چکا تھا۔شکر ادا کرتے وہ دوبارہ ڈریسنگ کی طرف بڑھی، تیزی سے بقیہ جیولری رکھی اور وارڈروب کی طرف بڑھ گئی۔جہاں سے ہلکا پھلکا ہاتھ لگا تھا وہی پہن کر فریش سی وہ واپس آئی۔وہ سو رہا تھا۔عشمیرہ بھی اب اچھا محسوس کر رہی تھی۔نیند آنکھوں سے کوسوں دور تھی تو اُس نے فی الحال زمل کی کلاس لینے کا سوچا۔بے آواز چلتی وہ کمرے میں رکھے ٹوکری والے جھولے پر جا بیٹھی۔موبائل کھولتے ہی اُس نے سب سے پہلے زمل کو میسج کیے۔

"تم پاگل ہو زمل۔دماغ درست ہے تمہارا؟"

"کیوں کال کی تھی تم نے؟"

"تمہاری کال کی وجہ سے شارم نے تکیے کے نیچے چھپا موبائل نکال کر میرے ہاتھ پر رکھا۔"

"حد ہوتی ہے یار۔پہلے کبھی تم نے کال کی تھی۔؟"

"میرے ہزار دفعہ کہنے پر بھی نہیں کرتی ہو۔اور آج۔؟"

اسکے تکیے کے پاس رکھے موبائل نے ایک دم ادھم مچایا۔مخصوص نوٹیفکیشن سے وہ جو کچی نیند میں تھا چونک کر جاگا۔چور نظر کمرے میں ڈالی تو وہ جھولے پر بیٹھی نظر آئی۔شارم نے موبائل اٹھایا اور اُسکے میسج دیکھ کر بس نفی میں سر ہلا کر رہ گیا۔ہمیشہ کی طرح وہ اُسکا پہرہ دینے کے لیے ساری رات جاگ کر اُس سے گپیں نہیں مار سکتا تھا کیونکہ آج وہ اُسکے پاس موجود تھی۔اب سے حفاظت دوسرے طریقے سے کی جائے گی۔اُس نے وہیں لیٹے پکارا

"عشمیرہ"

"جج جی"

وہ جو زمل کی طرف سے سین ہو جانے پر جواب کا انتظار کر رہی تھی بھاری آواز پر گڑبڑا گئی۔

"وہاں کیوں بیٹھی ہو؟ تمہیں تو سونا تھا ناں؟"

اُس نے جیسے یاد دلایا۔اب کی بار عشمیرہ کو اُسکے لہجے کی بے رُخی اچھے سے محسوس ہوئی تھی۔

"لگتا ہے دیر سے سونے کی عادی ہو؟"

وہ پوچھ رہا۔بلکہ اُسکی روٹین اُسکے سامنے بتا رہا تھا۔عشمیرہ کم سے کم اُسے اپنی اِس روٹین سے آگاہ نہیں کرنا چاہتی تھی جس کے تیور وہ اچھے سے ملاحظہ کر چکی تھی۔

"نن.....نہیں تو"

"جلدی ہی سو جاتی ہوں۔"

اُس نے فوراً نفی کی۔اچھا تھا اُسے وہی بتایا جاتا جو اپنے بھی کام آئے بھلا اُسے اصل بات کا کیا پتہ؟ اور یہ بس عشمیرہ کی سوچ ہی تھی۔

"اچھی بات ہے"

کچی نیند میں بھی وہ اُسکے جھوٹ بولنے پر مسکرانا اور اُسے سراہنا نہیں بھولا تھا۔

"چلو بس کرو اب۔رکھو یہ موبائل اور سونے کی تیاری کرو۔"

اُس نے رعب سے جیسے آرڈر دیا۔عشمیرہ منہ پر انکار کر دیتی اگر کوئی اور اُسے ایسے موبائل رکھنے کا کہتا مگر فی الحال وہ صرف جل بُھن کر کوئلہ ہی ہو سکتی تھی۔اور وہی ہوا تھا۔غصے سے پاؤں زمین پر مارتی وہ بیڈ کے پاس پہنچی۔درمیانے سائز کے بیڈ پر اپنے لیٹنے کے لیے جگہ ڈھونڈتی وہ تنک کر پوچھ بیٹھی۔

"کہاں سوؤں میں؟"

ساتھ نظر اُس پر بھی تھی جو بیڈ کو صرف اپنی ملکیت سمجھے ہوئے لمبا چوڑا ہو کر لیٹا ہوا تھا۔اُس کے سوال پر دوبارہ سے سونے کی تیاری کرتا وہ بیزاری سے بولا

"اِس بیڈ اور نیچے زمین کے علاوہ کمرے میں کوئی سونے کی جگہ نظر آ رہی ہے تو وہاں سو جاؤ۔"

اب اتنا اچھا تو وہ نہیں تھا کہ اُسکی خاطر زمین پر سو جاتا یا کمرہ بدر ہو جاتا۔

ایسے جواب پر عشمیرہ کے تن بدن میں آگ لگی تھی۔

"میں 'بیڈ پر' اپنے لیے جگہ کی بات کر رہی ہوں۔"

اُس نے تیز لہجے میں جیسے باور کروایا تھا کہ وہ بھی نوے دہائی کی ہیروئنز کی طرح تکیوں کی باڑ لگانے کی بات کر رہی تھی نہ زمین پر سونے کی۔

ہیں تو پھر کیا تکلیف تھی؟ وہ اُسکا مسئلہ سمجھ نہیں سکا تھا تبھی نیم اندھیرے میں وہ اُسکی طرف مڑا۔

"آپ اتنا پھیل کر سو رہے ہیں۔سارا کا سارا بیڈ مَلا ہوا ہے۔"

ناراضگی سے کہتی وہ اُسے مسکرانے پر مجبور گئی تھی۔

سرعت سے سمٹ کر وہ اُسکے لیے اچھی خاصی جگہ بنا چکا تھا۔وہ بھی جھنجھلاتی ہوئی اپنی جگہ سنبھال گئی۔آنکھ لگنے سے پہلے تک شارم اُسکا کروٹیں بدلنا محسوس کرتا رہا پھر اطمینان سے سو گیا۔وہ اطمینان جو کب سے رخصت ہو چکا تھا آج اپنے پہلو میں اُسے موجود پا کر واپس لوٹ آیا تھا۔اُسے یقین تھا کہ اُسکے منع کرنے کے بعد وہ موبائل نہیں پکڑے گی اور یہی یقین اُسے پُر سکون نیند کی آغوش میں لے گیا تھا۔

****

ضارب اُسے اپنے ساتھ آنے کا کہتے خود تیز قدموں سے چلتا جا رہا تھا اور وہ اُس تک پہنچنے کے لیے تقریباً اُسکے پیچھے بھاگ رہی تھی۔اُن دونوں کے بیچ اب فاصلہ کم ہی رہ گیا تھا جِسے وہ شاید چند لمحوں میں سمیٹ لیتی مگر اُس نے اپنے کندھے پر کسی کا دباؤ محسوس کیا۔کوئی اُسے آگے بڑھنے سے روک چکا تھا۔وہ مسلسل اُسے پکار بھی رہا تھا مگر اُسکی نظر بس ضارب کی طرف تھی جو کافی دور چلا گیا تھا۔اپنے پیچھے اُسکا نام پکارنے والے کی آواز اب تیز ہو گئی تھی۔

"عشمیرہ"

"عشمیرہ"

تیز ہوتی پکار پر وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی تھی۔خواب کتنا سچا لگ رہا تھا۔ضارب دور جا رہا تھا اور اُسکے پیچھے پکارنے والے نے اُس کے قدم روک لیے تھے۔شارم فریش فریش سا اُسکے دائیں طرف کھڑا بول رہا تھا۔

"اٹھو جلدی امی بُلا رہی ہیں۔"

کتنا زبردست خواب ہوتا اگر وہ نہ آتا۔ساس کے بلاوے پر عشمیرہ کا دماغ گرم ہونے لگا۔

"کیا مصیبت ہے بھئی"

وہ بری طرح جھنجھلا کر واپس لیٹ گئی۔

"اُنہیں جا کر بتا دیں صبح دیر سے اٹھتی ہے عشمیرہ"

سر تک چادر لپیٹتے اُس نے بیزاری سے کہا۔یقیناً دوبارہ سونے کی تیاری تھی۔پر اب وہی خواب دوبارہ کہاں آنا تھا؟ وہ افسردہ ہوئی۔

شارم جو اُسکے ہڑبڑا کر اٹھنے اور دوبارہ سونے کی تیاری دیکھ کر حیران تھا تیزی سے اطلاع دی۔

"اُنہیں تو بتا دوں گا پر نیچے تمہاری بہن اپنے شوہر کے ساتھ ناشتہ لے کر آئی ہے۔"

اِس اطلاع پر عشمیرہ کا حلق تک کڑوا ہو گیا۔

"ہنہہ.....ابھی اِس دکھاوے کی بھی ضرورت باقی تھی۔"

منہ بنا کر بولتے وہ دوبارہ اٹھ بیٹھی۔اب کی بار کندھوں اور چہرے پر بکھرے بال سمیٹتے اُس نے شارم کی طرف دیکھا۔

"کیا مطلب؟"

وہ اچنبھے سے اُسکی بات کا مطلب جانتے ہوئے بھی پوچھ رہا تھا۔

"نہیں وہ"

"میرا مطلب تھا کہ آپ لوگوں نے سادگی سے شادی کرنا پسند کیا اور۔"

"اصل میں یہ ساری فضول رسمیں ہیں۔اور میں تو بالکل نہیں مانتی اِنہیں۔"

وہ روانی سے جھوٹ بولتے بولتے رُکی۔دوبارہ شارم کی دیکھا تو وہ آنکھیں پھیلائے اُسے ہی دیکھ رہا تھا۔اُسے اپنی تیزی سی چلتی زبان کا احساس تھا مگر اب شروع کر دیا تھا تو ختم کرنا بھی ضروری تھا۔

"تو میرا مطلب کیا ضرورت تھی دنیا دکھاوے کی اور"

"شششش....."

شارم نے جھک کر اُسکے ہونٹوں پر اُنگلی رکھی۔عشمیرہ کی آنکھیں پھیل گئیں۔

"اگر ایسی ہی بات ہے تو دنیا دکھاوے کے لیے تم بھی کل سے بہت کچھ کر چکی ہو۔"

وہ ذو معنی انداز میں بولا۔گزشتہ رات اُسکے بولے گئے جھوٹ شارم کو اچھے سے یاد تھے۔اُس نے اُنہی کا حوالہ دیا۔

"سو، پلیز سٹاپ دِس"

عشمیرہ کی آنکھیں حیرت سے پھٹنے کے قریب دیکھ کر وہ اپنی سابقہ پوزیشن میں چلا گیا۔ایک تو اُسکی حرکت اُس پر اُسکی ذو معنی باتیں۔عشمیرہ جھجھکتی ہوئی بستر سے نکل گئی۔اور اب کی بار شارم کی آنکھیں پھٹنے کے قریب ہوئیں۔وہ اُسی کی کھلی سی سفید ٹی شرٹ اور لمبے ٹراؤزرز کو پائنچوں سے موڑے پہنے ہوئے تھی۔

"لیفٹ والی وارڈروب میں تمہارے ڈریسز رکھے ہیں۔پہن کر نیچے آ جاؤ"

اُس پر سے نظریں ہٹاتا وہ تیزی سے بولتے نکل گیا۔عشمیرہ حیرت سے اُسکی پشت تکتی رہ گئی۔

'یا اللہ یہ کس بارے میں کہہ کر گیا ہے۔؟'

اُس نے دل پر ہاتھ رکھا جو کچھ خوفزدہ لگ رہا تھا۔ناجانے کیوں جس سے وہ بالکل نہیں ڈرنا چاہتی تھی اُسی سے ڈر رہی تھی۔

سر جھٹکتے وہ سست قدموں سے واشروم کی طرف بڑھ گئی۔

"لائیں آنٹی میں ہیلپ کروا دوں۔"

جس وقت وہ فریش ہو کر سیڑھیاں اتر رہی تھی اُسکے کانوں میں زرمین کی آواز پڑی۔اُسکا دل بھر آیا۔نظر ڈائننگ ٹیبل کی طرف گئی وہ زہرا کی ناشتہ لگوانے میں مدد کرنا چاہ رہی تھی جبکہ زہرا انکار کر رہی تھیں۔اُسے معلوم تھا کہ زرمین کی عادت تھی کچھ نہ کچھ کرتے رہنے کی۔وہ وہیں جمی کھڑی رہ جاتی اگر وہ اُسے دیکھ نہ لیتی۔

"ارے ماشاءاللہ"

"کتنی پیاری لگ رہی ہے میری بہن"

اُس نے چونک کر زرمین کی طرف دیکھا۔پستہ رنگ کی شارٹ فراک، ہم رنگ کیپری اور گولڈن دوپٹہ اوڑھے وہ واقعی پیاری لگ رہی تھی۔زہرا کچن میں جا چکی تھیں جبکہ خضر اور شارم نے زرمین کی

آواز پر اُسکی طرف دیکھا مگر وہ کسی کی بھی طرف دیکھے بغیر زرمین کے پاس سے گزرتی ایک کرسی سنبھال گئی۔

"عشمی"

زرمین کے لب بے آواز پھڑپھڑائے۔اُسکی بہن اُسے نظرانداز کر کے گزر گئی تھی۔وہ چور سی ہو کر خاموشی سے خضر کے ساتھ والی کرسی سنبھال گئی۔شارم سربراہی کرسی پر بیٹھا اُسی کی حرکتیں ملاحظہ کر رہا تھا۔کچھ دیر بعد زہرا بھی سارا سامان رکھ کر عشمیرہ کے ساتھ آ بیٹھیں۔

"عشمیرہ آنٹی سے سلام لو۔"

زرمین نے سب کے سامنے ٹوکا۔عشمیرہ بس دانت ہی پیس سکتی تھی۔مارے بندھے اُس نے بائیں طرف بیٹھی ساس سے سلام لی۔

"جیتی رہو، خوش رہو۔"زہرا نے بھی اپنا فرض نبھایا۔

"سارہ کیسی ہے آنٹی؟" ناشتے کے دوران خضر کی چائے نکالنے میں مگن زرمین نے پوچھا۔عشمیرہ نے سر اٹھایا جو سوال اُس نے پوچھنے کی زحمت نہیں کی تھی اُسکی بہن نے پوچھ لیا تھا۔ناجانے کیوں اُسے زرمین پر غصہ آیا۔

"ٹھیک ہے۔بہت مِس کر رہی ہے گھر کو، مجھے اور اپنے بھائی کو۔"سارہ کے ذکر پر زہرا اداس ہو گئیں۔

"جب کال کروں اپنی بھابھی سے ملنے کے لیے مچل رہی ہوتی ہے"

اِس بات پر عشمیرہ کے بگڑتے تاثرات دیکھتے شارم نے کھانستے ہوئے ماں کو موضوع بدلنے کا اشارہ دیا۔

"میں نے سمجھایا اُسے کہ کچھ دِن کی تو بات ہے۔امتحانات ہو جائیں تو واپس آ ہی جائے گی۔"

زہرا بات سمیٹتے اب کی بار کچھ مطمئن لگیں

"ہمم یہ تو ہے۔"

"بھابھی صاحبہ آپ بات کر لیتیں اُس سے۔تھوڑا صبر آ جاتا اُسے۔"

زہرا سے کہتے اُس نے اچانک عشمیرہ کو گفتگو میں گھسیٹا۔اُس نے سٹپٹا کر زمین کو گھورا مگر فوری طور پر کوئی جواب نہ دے سکی۔

"اوہ ہاں۔شارم کروا دینا بات"

زہرا کو بھی یہ خیال اچھا لگا۔اُنہیں سارہ کی اُداسی یاد آئی تھی ویسے بھی بات کرنے میں آخر کیا حرج؟

"جی امی" شارم نے تابعداری کا مظاہرہ کیا۔اِسکے علاوہ چارہ بھی کیا تھا؟

"اور بیٹا؟ امی ابو کو بھی لے آتے ساتھ۔"

زہرا نے مزید پوچھا۔عشمیرہ اِن سب باتوں کے لیے خود کو یہاں مِس فٹ محسوس کرنے لگی تھی۔پلیٹ میں رکھے آملیٹ کو کانٹے سے یہاں وہاں سرکاتے اُس کے کان صرف زرمین کی طرف تھے۔

"جی دل تو تھا اُن دونوں کا بھی۔پر کہہ رہے تھے بیٹی کا سسرال ہے پہلے دن ہی ماں باپ نہیں جاتے"

اُسکی بے چینی بڑھنے لگی تھی۔

"ارے یہ کیسی بات کر دی۔ہم صرف سسرال والے تو نہیں ہے ناں"

"کیا کہہ سکتے ہیں آنٹی۔بس امی ابو کے اپنے ہی خیالات ہیں۔"

وہ سن رہی تھی جب زہرا نے چائے کی کیتلی اُسکے سامنے رکھی۔بے دھیانی میں وہ کپ میں چائے انڈیلنے لگی۔

"حالانکہ دونوں ہی بہت اُداس ہیں۔کل سے امی بس عشمیرہ کو ہی یاد کر رہی ہیں۔"

اُس نے افسردگی سے بتایا کیتلی پر عشمیرہ کی گرفت مضبوط ہو گئی۔باقی سب باتیں سنتے ناشتے میں مگن تھے۔

"ابو بھی بہت اُداس ہیں۔وہ ظاہر نہیں کرتے مگر عشمیرہ سے بہت پیار کرتے ہیں اور"

وہ عشمیرہ کی طرف دیکھ کر شاید کچھ جتاتے ہوئے کہہ رہی تھی اور یہ جھوٹی گوہر افشانیاں کم سے کم عشمیرہ کی برداشت سے باہر تھیں۔گرم چائے اب اُسکے ہاتھ جلانے لگی تھی۔

"آآہہ" جب جلن بڑھی تو وہ کیتلی چھوڑنے کے قابل ہوئی۔چائے گری تھی یا گرائی گئی تھی یہ صرف زرمین جانتی تھی۔مگر اُسکی آہ پر وہ بھی تڑپ گئی۔

"یہ کیا کر دیا عشمی"

"دکھاؤ مجھے"

لپک کر وہ اُس کے قریب پہنچی۔سب حیران پریشان اُسے دیکھ رہے تھے جب وہ جھٹکے سے اُٹھی اور ایک دفعہ پھر زرمین کے پہلو سے نکل گئی۔سب نے باقاعدہ گردن موڑ کر اُسے تیز تیز سیڑھیاں چڑھتے دیکھا تھا۔

زرمین باقی سب کے سامنے شرمندہ سی ہو گئی۔جو باتیں وہ چھپانا چاہتے تھے شاید عشمیرہ کی بےوقوفیوں کی وجہ سے آرام سے جان لیتے۔

"میں دیکھتا ہوں اُسے۔"

زہرا کی عجیب سی نظروں سے بچتا شارم کرسی سرکاتے اٹھ کر اُس کے پیچھے لپکا۔زرمین سے رہا نہ گیا تو وہ بھی اوپر بڑھ گئی۔زہرا بہو کے پہلے ڈرامے پر افسوس سے بس سر ہی ہلا سکتی تھیں۔کیا کرتیں جب بیٹے نے ہی اُسے ڈھیل دینے کی قسم کھا رکھی تھی۔

شارم کمرے میں پہنچا تو وہ بیڈ پر بیٹھی رونے میں مصروف تھی۔

"عشمیرہ"

"دکھاؤ مجھے"

وہ زمین پر گھٹنوں کے بل اُسکے سامنے بیٹھا اُسکے دونوں ہاتھ پکڑے جلے کا جائزہ لے رہا تھا جب مقابل نے پرواہ کیے بغیر درشتی سے ہاتھ چھڑوا لیے۔شارم ہکا بکا رہ گیا۔اُسے اُسکی چپ کے بعد اتنی دیدہ دلیری کی امید نہ تھی۔

"دکھاؤ"

اب کی بار رعب سے نہ صرف کہا گیا بلکہ سختی سے ہاتھ بھی جکڑے گئے۔اُس نے خود کو بے بس محسوس کیے نظریں زمین میں گاڑ لیں۔چند لمحوں بعد وہ اٹھ گیا۔سائیڈ ٹیبل کی دراز سے کوئی مرہم نکالے واپس سابقہ پوزیشن میں آ بیٹھا۔عشمیرہ کو رتی برابر پرواہ نہ تھی کہ وہ اُسکی فکر میں گُھل رہا تھا۔ہاں البتہ اب مزاحمت کو بیکار جانتے اُس نے ایسی کوئی کوشش نہیں کی تھی۔

ابھی وہ اُسکے بائیں ہاتھ کی جلی پشت پر مرہم لگا رہا تھا جب دروازے پر دستک ہوئی۔دونوں نے ہی سر اٹھائے۔کُھلے دروازے پر زرمین کھڑی تھی۔

"آؤ زرمین" شارم نے نرمی سے کہا اور اچھے سے مرہم لگاتا چند منٹ بعد اُن دونوں کو اکیلا چھوڑے باہر نکل گیا۔

"بہت درد ہو رہا ہے؟"

افسردہ سی زرمین کی آواز پر اُسکے قدم جکڑے گئے۔یوں بھی وہ جانا نہیں چاہتا تھا عشمیرہ کے جذبات اُسکی زبانی سننا چاہتا تبھی دروازے کے باہر رُک گیا۔

"یہ.....یہ تو زرا سا درد ہے۔جس پر تمہیں مجھ سے ہمدردی ہو رہی ہے۔"وہ زخمی سا مسکراتے بولی۔

"وہ درد.....جس سے میرا دل پھٹتا ہے وہ تو تمہیں نظر بھی نہیں آتا۔"

اب کی بار آنسو پلکوں کی باڑ توڑ گئے تھے۔زرمین کا دل زخم زخم ہوا۔آخر کیوں اکلوتی بہن اپنی زندگی سے خوش نہیں ہو جاتی؟

"عشمی میری جان ایسا کچھ نہیں ہے۔تم نے بلاوجہ خود کو مظلوم بنا لیا ہے یار۔"

نرمی سے کہتے اُس نے زبردستی اُسے اپنے ساتھ لگایا۔

"تم کبھی میری خیر خواہ ہو بھی نہیں سکتی۔پتا ہے کیوں؟ کیونکہ تم بھی میر زبیر کی طرح ہو"

افسوس سے اُسکی طرف دیکھتے اُس نے نہایت بدتمیزی سے کہا اور سختی سے اُسے دور کیا

"تمیز سے عشمیرہ۔باپ ہیں وہ ہمارے"

زرمین نے خفگی سے ڈپٹا۔وہ بھی تو اب حد سے بڑھنے لگی تھی۔

"نہیں ہیں.....نہیں ہے میرا کوئی باپ۔نہیں ہے کوئی میرا خیر خواہ۔"

وہ ہتھے سے اکھڑی۔چیخنا چلانا تو یوں بھی اُسکی پرانی عادت تھی۔باہر کھڑے شارم نے اپنا کمرہ اوپر ہونے پر بےساختہ شکر ادا کیا تھا۔

"چلو مان لیا ہم میں سے کوئی تمہارا خیر خواہ نہیں۔تو وہ شخص جس کے لیے تم سب کو بُرا بھلا کہتی ہو، جس شخص پہ تمہیں سب سے زیادہ ناز ہے کہاں گیا وہ تمہارے مشکل وقت میں؟"

زرمین نے چبھتے لہجے میں آج وہ بات کر ہی دی جو پچھلے چند دِنوں میں کئی بار کہنے کی کوشش کر چکی تھی۔

"کیا پچھلے ایک مہینے سے اُس نے تم سے رابطہ کرنے کی کوشش کی؟"

اُس نے کہانی کا ایک اور پہلو یاد دلایا۔اِس سوال پر عشمیرہ کا دل رُکا۔یہی سوال تو اُسے بھی چین سے جینے نہیں دے رہا تھا۔

"ہم تمہارے آگے پیچھے پھرتے ہیں اِس فکر میں کہ عشمیرہ کو کچھ برا نہ لگ جائے، وہ خوش رہے، اُسکے لیے درست شخص کا انتخاب کریں مگر تم نے صرف اُس انسان کی خاطر سب سے بائیکاٹ کر رکھا ہے۔"

وہ سختی سے آئینہ دکھا رہی تھی۔عشمیرہ کی سانس رُکنے لگی تھی۔

"اُسے تو یہ تک نہیں پتہ ہو گا کہ اُسکی خاطر تم کن حالوں میں پہنچ چکی ہو۔"

وہ مزید بولی۔لہجے میں بے پناہ ناراضگی تھی۔چند لمحے تو وہ کوئی جواب نہ دے سکی پھر اچانک اُسے صبح والا خواب یاد آیا۔

"وہ ضرور کہیں پھنسا ہو گا۔ورنہ وہ کبھی ایسا نہیں کرتا۔وہ ضرور واپس آئے گا کیونکہ وہ محبت کرتا ہے مجھ سے۔"اُس نے بھاری دِل سے کہہ ہی دیا۔شارم کو اُسکے یقین سے بری طرح ٹھیس پہنچی۔اب وہ ہر دفعہ تو یہ سب برداشت نہیں کر سکے گا۔

"اُسکے پیچھے تم ماضی میں بہت کچھ غلط کر چکی ہو۔اب اپنا حال اور مستقبل بھی خراب کر لو گی عشمیرہ۔خدا کا واسطہ ہے بھول جاؤ اُسے۔میرا دل کہتا ہے کہ وہ اچھا انسان نہیں ہے۔"

زرمین بے بسی سے بولی۔

"شارم اچھا انسان ہے۔محبت کرتا ہے تم سے۔کبھی غور تو کرو اور"

"شارم شارم شارم"

اُس نے چلاتے ہوئے بات کاٹی۔اِس نام سے وہ کتنی تنگ تھی یہ بس وہی جانتی تھی۔

"پچھلے دس دنوں سے یہ نام سن سن کر میرا دماغ خراب ہو چکا ہے۔نہیں ہے وہ ویسا شخص جسکی میں تلاش میں تھی۔نہیں ہے وہ میرا مسٹر رائٹ۔"

"آہستہ بولو کوئی سُن لے گا۔"

زرمین نے فوراً ٹوکا مگر وہ کہاں باز آنے والے تھی۔

"سن لے جس نے سننا ہے۔مجھے پرواہ نہیں"

لاپروائی عروج پر تھی۔شارم جو سمجھ رہا تھا کہ اُسکی طرف سے سمجھوتہ شروع ہو گیا تھا اُس نے سراسر غلط سمجھا تھا۔وہ تو اندر ہی اندر پک رہی تھی اور جب جب وہ جتنا پکے گی اُسی قدر شدید پھٹے گی۔وہ اپنے لیے آگے مشکلات دیکھ سکتا تھا۔

"ضروری نہیں کہ لڑکی کی جس سے شادی ہو جائے وہی اُسکے لیے درست شخص ثابت ہو۔اپنے آپ کو ہی دیکھ لو۔کہاں ہے تمہارا شوہر تمہارے قابل؟"

اب کی بار آواز کچھ آہستہ تھی۔اپنی تکلیف اور غصے میں بھی وہ اُسے سنانا نہیں بھولی تھی۔زرمین کے دل کا بوجھ بڑھا۔ایک پھانس تو تھی ہی مگر اُس کے ہمیشہ یاد دلانے پر تکلیف ہوتی تھی۔

"وہ اچھے ہیں۔مجھ سے بہت محبت کرتے ہیں۔بس ایک دو برائیاں ہیں۔وہ بھی جلد چھوڑ دیں گے۔"

وہ واقعی پُرامید تھی۔اُسے یقین تھا کہ اتنے لمبے امتحان میں تو اللہ بھی نہیں ڈالے گا۔

"اور ہر بات میں میرا کیس مت لے آیا کرو عشمیرہ۔اپنے شوہر کے علاوہ اب کسی اور کو سوچنا بھی گناہ ہے تمہارے لیے۔"

اُس نے بڑے آرام سے بات بدلی۔شارم اُسکی ہمت پر حیران تھا۔وہ واقعی صابر لڑکی تھی عشمیرہ سے یکسر مختلف۔!

"اُس 'کسی اور' سے محبت کرتی ہوں میں۔اور دیکھنا وہ واپس ضرور آئے گا۔میں جانتی ہوں اُسے۔"

وہ جو سمجھ رہے تھے کہ عشمیرہ شاید کبھی سمجھوتہ کر ہی لے گی اُس نے اُن دونوں کو ہی واضح کر دیا۔

"اور جس دن وہ واپس آیا میں خود شارم کو سب بتا دوں گی۔!"

یہ سب اُس نے رات اپنے شوہر پہلو میں موجود ہوتے طے کیا تھا۔اب ہی تو اُسے موقع ملا تھا آزادی سے ضارب کا پتہ لگانے کا۔

"ابو نے تو مجھ سے جان چھڑوانے کے لیے مجھے مجبور کیا۔مگر شارم.....اُسے بھلا کیا ضرورت مجھے زبردستی اپنے پاس رکھنے کی۔تم دیکھنا اُس دن وہ بھی فرہاد کی طرح مجھے چھوڑ دے گا۔کم سے کم فرہاد کی حرکت کے بعد مردوں کی یہ سائیکی تو سمجھ آ ہی گئی ہے۔"

وہ آخر میں استہزائیہ ہنسی۔

"وہ چھوڑ دے گا تمہیں تو ابو تمہیں کبھی نہیں رکھیں گے۔اِس لیے سوچ سمجھ کر غلط قدم اٹھانا"

زرمین اُسکے ارادوں سے خود بھی ڈر گئی تھی اور اُسے بھی خوفزدہ کرنا چاہا مگر اُسے کوئی پرواہ تھی؟

"تمہیں لگتا ہے ابو کے پاس واپس آؤں گی میں؟ہااہ غلط فہمی ہے تمہاری۔اب میں مر کر بھی اُس گھر میں قدم نہیں رکھوں گی"

اُس نے درشتی سے چہرہ پھیرتے نخوت سے کہا۔

"میری بات سُنو عشمیرہ"

اُسکے لہجے سے سنگین بغاوت کی بُو آ رہی تھی۔زرمین ہر حال میں سمجھا دینا چاہتی تھی مگر وہ سختی سے بات کاٹ گئی۔

"بہت کہہ لیا تم نے اور بہت سُن لیا میں نے۔اب چلی جاؤ۔آئندہ یہاں مجھ سے ملنے کوئی نہ آئے۔ورنہ میں اپنے سو کالڈ سسرال والوں کا لحاظ کیے بغیر ملنے سے انکار کر دوں گی۔"

سینے پر بازو لپیٹتے سفاکی سے کہا گیا مگر زرمین کی شکوہ کناں نظروں کی تاب نہ لاتے وہ اُسکے پاس سے اٹھ گئی تھی۔

"ایسے مت کہو میں بہن ہوں تمہاری۔پیار کرتی ہوں تم سے۔خیال ہے تمہارا۔"

اُس نے اپنے کندھے پر زرمین کا ہاتھ محسوس کیا۔اپنے اتنے برے رویے کے بعد اُسکے لہجے میں اب بھی بلا کی نرمی دیکھتے عشمیرہ کو چِڑ ہوئی۔وہ کیوں ہار نہیں جاتی؟ اتنا بڑا ظرف آخر کہاں سے لاتی ہے؟

"میں تم سے مزید بات نہیں کرنا چاہتی۔چلی جاؤ زری۔پلیز"

وہ عاجز آ چکی تھی۔اتنی بداخلاقی کے بعد بھی زرمین کا اچھا رویہ اُسے طیش دلا رہا تھا۔

"اچھا چلی جاتی ہوں۔پر تم یہ چیک رکھ لو ابو نے بھیجا ہے۔"

اُس نے بیگ سے چیک نکال کر عشمیرہ کی طرف بڑھایا۔وہ اب بھی نارمل تھی۔پر کیسے؟ سائیڈ ٹیبل پر عشمیرہ کی گرفت مضبوط ہوئی۔

"تمہیں لگتا ہے میں اب اُنکا دیا ہوا کچھ لوں گی؟"

اُس نے گردن موڑے کچھ اجنبھے سے پوچھا۔

"ایسے مت کہو۔وہ تمہارے لیے فکر مند تھے یار۔"

وہ دکھ سے کہہ رہی تھی وہ بھی میر زبیر کے متعلق۔اور یہی دکھ عشمیرہ کا دماغ گھما گیا۔

"جاؤوو"

وہ وحشت سے چلائی۔یہ کہنا غلط نہیں تھا کہ چِلانا اُسکا سب سے پسندیدہ کام تھا۔

"تم سمجھ لو میں دے رہی"

وہ اب بھی قائل کرنا چاہتی تھی۔سگی بہن تھی تبھی اُسکی بدتمیزی کے باوجود اُسکا خیال کر رہی تھی۔کوئی اور ہوتا تو قطعاً لحاظ نہ کرتا۔

"چلی جاؤو"

اُس کا ہار نہ ماننا عشمیرہ کی وحشت بڑھا رہا تھا۔

"چلی جاؤ ورنہ میں کچھ کر گزروں گی۔"

درشتی سے سائیڈ ٹیبل پر رکھا کرسٹل کا گلدان زمین بوس کرتے وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

اُسکا ضبط آخر ٹوٹ گیا تھا۔زرمین کی آنکھیں بھی برسنے لگی تھیں۔شارم اِس قدر شدید رویے پر ششدر تھا۔عشمیرہ کا اتنا جارحانہ رویہ کم سے کم اُسکی برداشت سے باہر تھا۔وہ فوراً اندر لپکا۔

"یہ کیسے ٹوٹا؟"

زمین پر بکھری کرچیاں دیکھتے اُس نے باہر نکلتی زرمین سے پوچھا۔

"وہ.....یہ گر گیا تھا۔"

وہ اُسکے اچانک آ جانے پر حیران تھی۔اُسکی بے خبری پر شکر ادا کرتے اُس نے بھرائی آواز میں جھوٹ بولا اور تیزی سے نکل گئی۔

"ایسے گرتا نہیں ہے زرمین، گرایا جاتا ہے۔"

وہ بھی تیزی سے اُسکے پیچھے آیا اور دانت پیستے کہا۔اُسکی آواز پر راہداری عبور کرتی زرمین کا چہرہ سفید پڑا۔اُسکی بہن بہت جلد اپنے ہاتھوں سے اپنا گھر برباد کرنے والی تھی۔

"ٹھیک ہے گرایا گیا ہے پر پلیز اُس پر سختی مت کرنا۔اُس پر سختی کی جائے وہ اُتنی اڑیل ہو جاتی ہے۔"

"تم پہلے سے سب جانتے ہو اِسلیے پلیز اُسے نرمی سے ڈیل کرنا۔"

اُس نے نظریں چراتے آخر میں التجا کی۔شارم تاسف سے سر ہلا کر رہ گیا۔وہ اُسے بتانا چاہتا تھا کہ اُسکا ظرف اتنا بڑا نہیں تھا وہ بھی تب جب وہ اُسکے گھر میں، اُسکی بیوی بن کر یہ سب کچھ کرتی پھرے۔

"میں چلتی ہوں شارم۔دھیان رکھنا میری بہن کا"

وہ کہہ کر مڑ گئی۔

"دعا کرنا وہ سدھر جائے۔زبیر انکل اُسکے باپ ہیں تو کچھ لحاظ کر گئے تھے لیکن اگر اُس نے مجھے دھوکا دینے کی کوشش کی تو میں اپنا آپا کھو دوں گا۔پھر اُس دن مجھ سے بُرا کوئی نہیں ہو گا"

آخر اُس نے کہہ ہی دیا۔اب کی بار زرمین رُکی نہیں تھی۔لاؤنج میں خضر اُسکا منتظر بیٹھا تھا اور زہرا موجود نہیں تھیں۔وہ خاموشی سے اُسکے ساتھ نکل گئی۔

"رو مت زری۔سب ٹھیک ہو جائے گا۔"

سارے راستے وہ روتی آئی تھی اور خضر یونہی اُسے تسلیاں دیتا رہا تھا۔وہ عشمیرہ کی سب حرکتوں سے واقف تھا۔

"بات سنو زری۔"

گھر کے باہر پہنچ کر اُس نے بڑی محبت سے زرمین کو پکارا۔

"یہ رِنگ مجھے دے دو۔"

اُس نے سوجھی آنکھوں سے خضر کے اشارے کے تعاقب میں دیکھا۔

"کیا کریں گے؟"

وہ جانتے ہوئے بھی پوچھ رہی تھی۔شاید اپنے سوال سے اُسے شرمندہ کروانا چاہتی تھی۔مگر خضر کا شرمندہ ہونے کا کوئی موڈ نہیں تھا۔

"وہ آج ایک گیم لگانی ہے تو"

"پلیز خضر۔آپ یہ سب چھوڑ دیں۔میری خاطر"

اُس نے ہمیشہ کی طرح التجا کی۔

"تمہاری خاطر ہی تو کر رہا ہوں سب۔سوچو اگر آج گیم جیت گیا تو کتنا پیسا مِلے گا۔راج کرو گی تم۔راج"

اُس نے بھی ہمیشہ کی طرح سبز باغ دکھایا۔زرمین کو کبھی اِس سب کا لالچ نہیں تھا۔اُسے تو بس ہارنے کے انجام کی فکر کھائے جاتی تھی۔

"اگر ہار گئے تو؟"

اُس نے خدشہ ظاہر کیا۔

"تو بس یہ رِنگ جائے گی۔"

خضر کو کہاں پرواہ تھی۔؟ کندھے اچکاتے بڑی آسانی سے کہا گیا۔

"میں نے کبھی ایسی عیش و عشرت کی خواہش نہیں کی تھی خضر۔خدارا مجھے نہیں چاہیے حرام کی دولت"

وہ رو رہی تھی۔اور شادی کے بعد سے اُن دونوں کے درمیان یہی سب تو ہو رہا تھا۔

"رونا بند کرو زری۔تمہیں پتہ ہے ناں میں تمہیں روتے نہیں دیکھ سکتا۔"

اُس نے نرمی سے اُسکے آنسو صاف کیے۔ہمیشہ کی طرح۔

"اِس کے باوجود آپ مجھے خون کے آنسو رُلاتے ہیں۔"وہ سر اٹھائے شکوہ کر رہی تھی۔

"تم بس میرے اِن معاملات میں دخل اندازی چھوڑ دو۔ہم دونوں کی زندگی اچھی ہو جائے گی"

خضر نے نظریں چراتے بات ختم کر دی۔یہیں آ کر اختتام ہوا کرتا تھا اِس بحث کا۔زرمین نے تاسف سے سر ہلایا۔وہ مان چکی تھی کہ خضر کبھی اپنی حرکتوں سے باز نہیں آئے گا۔

"رِنگ دو۔!"

چند لمحوں بعد گاڑی میں اُسکی آواز گونجی۔وہ اپنے موقف پر قائم تھا اور اُس نے قائم ہی رہنا تھا۔زرمین نے ہار مانتے بائیں ہاتھ میں پہنی انگوٹھی اُسے دے دی۔یہ اُسے اپنے سسرال کی طرف سے ہی ملی تھی۔

"دوسری بھی"

اُسکے دائیں ہاتھ میں بھی ایک انگوٹھی چمکتی دیکھ کر خضر کا لالچ بڑھا۔زرمین سن کر چونکی پھر غور کیا تو ہاتھ فوراً کھینچ لیا۔

"نہیں خضر یہ ابو نے دی تھی مجھے۔یہ نہیں دے سکتی۔"

اُس کے صاف انکار کر دینے پر خضر کو غصہ آیا۔تنبیہی انداز میں پکارا۔

"زرمین....!!!"

زرمین اُسکے غصے سے خوفزدہ کچھ بول نہ سکی جبکہ خضر اب زبردستی اُسکے ہاتھ سے انگوٹھی نکالنے لگا تھا۔زرمین گھبرا گئی۔

"آپ پیسے لے جائیں مجھ سے۔"

"میرے پاس چیک ہے۔آج ہی ابو نے دیا تھا عشمیرہ کے لیے۔اُس نے نہیں لیا۔آپ وہ لے لیں۔مگر یہ رِنگ نہیں۔"

اُس نے جلدی میں کہا۔خضر نے بھی فوراً اُسکا ہاتھ آزاد کیا۔اور منتظر نظروں سے اُسے دیکھنے لگا۔زرمین شدید بے بسی محسوس کر رہی تھی اب اِس کے سوا کوئی چارہ نہ تھا کہ وہ چیک اُسے دے

دیتی۔اُسے اِس وقت چیک سے زیادہ میر زبیر کا دیا تحفہ عزیز تھا۔چیک والی رقم تو وہ کسی بھی وقت اُنہیں لوٹا سکتی تھی۔اُس نے بیگ سے نکال کر اُسکی طرف بڑھا دیا۔چیک پر درج رقم دیکھ کر خضر کی باچھیں کِھل چکی تھیں۔اُسے اب اور کیا چاہیے تھا؟

زرمین روتی ہوئی گاڑی سے نکل گئی۔خضر نے اُسے گھر میں جاتے دیکھا تو گاڑی آگے بڑھا گیا۔

"وہ شخص کبھی بھی تمہارا مسٹر رائٹ نہیں ہو سکتا۔تم اُس جیسی نہیں تھیں۔"

کمرے میں آکر وہ بیڈ پر گرنے کے سے انداز میں لیٹی۔آنکھوں سے گرم سیال بہہ رہا تھا اور یہ مسٹر رائٹ والی گردان عشمیرہ کے سوا اور کس کی ہو سکتی تھی؟

"تم اُس جیسا شخص ڈیزرو نہیں کرتی تھیں۔"

"ابو کی ہٹ دھرمی نے تمہاری زندگی برباد کر دی اور اب میری بھی کر رہے ہیں۔"

چاروں طرف عشمیرہ کی آوازیں گونج رہی تھیں۔گزشتہ ایک ہفتے میں اکثر و بیشتر وہ اُسے یہی سب کہتی رہی تھی۔کہتی تو سچ تھی مگر اب اِس سچ کا فائدہ ہی کیا تھا؟

خضر جیسا بھی تھا اب اُس سے کیا فرق پڑتا تھا۔زندگی تو اُسی کے ساتھ گزارنی تھی۔وہ واقعی اُسے چاہتا تھا۔مگر یہ کیسی چاہت تھی کہ وہ اُسکی خاطر اپنے غلط کام چھوڑ نہیں سکتا تھا۔اپنی سوچوں پر وہ زارو قطار رو دی۔آج کا دن ہی برا تھا۔بلکہ شادی کے بعد سے اُسکی زندگی کا ہر دن برا ہی تھا۔

****

گزشتہ اٹھارہ گھنٹوں سے اِس گھر کے در و دیوار نے گہری چپ سادھ رکھی تھی۔کسی میں ہمت نہ تھی کہ وہ دوسرے کو مخاطب کرتا۔کل ایمی کی کال سننے کے بعد وہ پاگل سی ہو گئی۔ایمی کے درد سے اُسکا اپنا دل پھٹنے لگا تھا۔اُس نے اپنے انجام کی پرواہ کیے بغیر بالاج اور خالہ کو سب بتا کر اُن کی سادہ سی زندگی تہہ و بالا کر دی تھی۔بالاج یا خالہ نے اُسے کچھ بھی نہیں کہا تھا۔بلکہ اُس سے تو کل سے ہی دوبارہ سامنا نہیں ہوا تھا۔کل دوپہر کا نکلا وہ اب تک پلٹ کر گھر نہیں آیا تھا اور خالہ کل سے خاموش سی تخت پر بیٹھی تھیں۔رو رو کر اُنکی آنکھیں اب خشک ہو چکی تھیں کچھ ایسا ہی حال خود اُسکا بھی تھا۔دیوار سے پشت ٹیکے گھٹنوں میں چہرہ چھپائے وہ جانے کتنے ہی گھنٹوں سے زمین پر بیٹھی

ہوئی۔وقت کچھوے کی رفتار سے گزر رہا تھا۔ہر جان جیسے سولی پر لٹکی ہوئی تھی۔کچھ جان لیوا لمحے مزید گزرے تو وہ لاؤنج میں داخل ہوا۔شاید ابھی ہی آیا تھا وہ۔تیز قدموں کی آہٹ پر خالہ نے سر اٹھایا اور اُسے اکیلے آتے دیکھ کر بے آواز رونے لگیں۔جبکہ وہ ماں کے دل کو کرچیاں ہوتے محسوس کر سکتا تھا۔بڑے جارحانہ انداز میں اُس تک پہنچا جو اُسکی آمد سے بے خبر سر گھٹنوں میں دیے وقفے وقفے سے رو رہی تھی۔آج پہلی دفعہ وہ اُسکی آہٹ، اُسکا احساس محسوس نہیں کر سکی تھی۔

"اب یہاں بیٹھی کس بات کا سوگ منا رہی ہو؟ اٹھو جلدی"

غصیلے انداز میں بولتا وہ اُسے جھٹکے سے کھڑا کر چکا تھا۔

"کک کہاں"

رجاء کی زبان لڑکھڑائی۔اُسکی بیس سالہ زندگی میں یہ پہلی دفعہ تھا جب وہ اُس سے اِس لہجے میں بات کر رہا تھا۔اُسے کیا معلوم تھا کہ اب اُسے اِسی لہجے کیساتھ زمانے بیتانے تھے۔

"خاموشی سے میرے ساتھ چلو۔"

وہ اُسے اپنے ساتھ جیسے گھسیٹ رہا تھا۔رجاء بری طرح رونے لگی تھی۔بار بار مڑ کر خالہ کو دیکھتی جو فی الحال خاموش تھیں۔ابھی وہ لاؤنج کی دہلیز سے باہر نکل جاتا کہ خالہ نے بھرائی آواز میں پوچھا۔

"بالاج کہاں لے جا رہے ہو رجاء کو؟"

"پولیس کو بیان لکھوانا ہے اِسکا۔"

اُس نے مڑے بغیر جواب دیا اور دوبارہ اُسے گھسیٹنے لگا۔

"پو.....لیس"

"خالہ۔روکیں اِسے"

رجاء کا سر گھومنے لگا تھا۔اونچی آواز میں مسلسل روتے اُسکی حالت قابلِ رحم لگ رہی تھی۔اُسکی التجائیں بھی بالاج کا دل نہیں پگھلا رہی تھیں۔

"خالہ پلیززز روک دیں اِسے۔"

"آخر میرا قصور کیا ہے؟"

پھٹی آواز میں پوچھتی وہ بالاج کو طیش دِلا گئی تھی۔

"تمہارا قصور؟"

اُس نے جھٹکے سے اُسے اپنے سامنے روکا اور بری طرح جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔

"تمہاری پلاننگ پر عمل کرتے ہوئے کل دوپہر سے میری بہن لاپتہ ہے اور تم اپنا قصور پوچھ رہی ہو۔"

اُسکی سرخ انگارہ آنکھوں سے وحشت ٹپک رہی تھی۔رجاء کا دل اور جسم لرزنے لگا تھا۔خالہ کے رونے کی آواز اب تیز ہو چکی تھی۔

"ناجانے وہ کہاں کس حال میں ہے۔"

بالاج نے جیسے سرگوشی کی۔خود کلامی کرتے ہوئے اُسکی آواز کانپی تھی۔

"خالہ.....مم.....میں تو خود ایمی کے لیے"

اُس نے کچھ بولنا چاہا۔اپنی صفائی میں شاید۔

"اپنی زبان سے اُسکا نام بھی مت لینا رجاء۔!"

دھاڑتے ہوئے وہ اُسکی بات کاٹ گیا تھا۔رجاء نے بے یقینی سے اُسکی طرف دیکھا۔یہ بالاج تھا؟ اُسکا بالاج؟ آنسو اُسکی آنکھوں پر ٹھٹھر گئے تھے۔

"آرام سے بات کرو بالاج۔!"

خالہ نے سختی سے ٹوکا۔بالاج نفرت سے سر جھٹک کر رہ گیا۔

"کیوں لے جانا ہے رجاء کو پولیس اسٹیشن؟"

کچھ لمحوں بعد اُنہوں نے پوچھا۔لہجے میں بلا کا ٹھہراؤ تھا۔

"امی اِس سے پوچھ گچھ کرنی ہے۔اور کالج کے باہر کی فوٹیج دکھانی ہے۔ایمی کسی گاڑی میں بیٹھتی نظر آ رہی ہے اُس میں۔پر لڑکے کا معلوم نہیں۔"

بولتے بولتے اُس کی آواز پست ہو گئی تھی۔اِس بوجھ تلے چند گھنٹوں میں ہی اُسکے کندھے جھک چکے تھے۔

"رجاء کہیں نہیں جائے گی۔!"

"اپنی ایک بیٹی کو گھر سے باہر نکال کر خود سے دور کر چکی ہوں۔اب دوسری کو نہیں کر سکتی۔یہاں گھر بُلاؤ جِسے بلانا ہے۔"

خالہ کی مضبوط آواز پر رجاء نے سر اٹھایا۔بے یقینی سے۔کل سے اب تک اُنہوں نے اُسکے لیے شکوے کا ایک لفظ بھی منہ سے نہیں نکالا تھا۔اُسکی کس نیکی کا صلہ تھیں وہ آخر؟ اُسکی آنکھیں خشک ہونے کا نام نہیں لے رہی تھیں۔

بالاج نے بھی ماں کو حیرت سے دیکھا۔وہ اُسکے اتنے بڑے دھوکے کے باوجود بھی اُسکی فکر کر رہی تھیں۔ایک تھکی سی نظر اُس نے رجاء پر بھی ڈالی مسلسل رو رو کر اُسکی حالت قابلِ رحم لگ رہی تھی۔وہ ہارا تھا۔شکستہ لہجے میں مڑ کر ماں کو جواب دیا۔

"جی امی۔گھر ہی بُلایا ہے۔ہمارے ڈرائنگ روم میں ہی بیٹھے ہیں وہ۔"

گمشدگی کے چوبیس گھنٹے سے پہلے رپورٹ تک درج نہیں کی جاتی مگر اپنے ایک پروفیسر کی سفارش سے وہ اتنی جلدی رپورٹ درج کروا سکا تھا۔پروفیسر زوار سائیکولوجی ڈپارٹمنٹ کے ہیڈ تھے جبکہ اُنکے بھائی پولیس محکمے میں کسی بڑے پوسٹ پر فائز تھے۔پروفیسر زوار کی آنکھ کا تارا ہونے کی وجہ سے اُسکے کیس کی کاروائی بہت تیزی سے کی جا رہی تھی۔

ماں سے اجازت ملنے پر وہ خاموشی سے اُسے لیے بیٹھک کی طرف بڑھ گیا۔خالہ نے اِس سے نہیں روکا تھا تو رجاء نے بھی مزاحمت نہیں کی۔وہ پہلے ہی مجرم بن چکی تھی اب مزید اُنہیں دکھ نہیں دے سکتی تھی۔

بالاج نے اُسے لے جا کر صوفے پر بٹھایا اور خود اُسکے بائیں طرف کھڑا ہو گیا۔

"تو یہ ہیں جنہوں نے آپکی سسٹر کا بتایا؟"

مردانہ آواز پر اُس نے جھکا سر اٹھایا۔پولیس کی وردی میں چار سے پانچ لوگ صوفوں پر براجمان تھے۔ایک لیڈی کانسٹیبل بھی اُسکے دائیں طرف کرسی پر بیٹھی تھی۔بالاج نے محض سر ہلایا۔

"جی تو بتائیں مِس؟"

"کیا نام ہے آپکا؟"

تفتیشی افسر نے براہ راست اُسے مخاطب کیا۔اُسکا دل پہلے ہی بری طرح کانپ رہا تھا اور اب آفیسر کے سوال کرنے پر ہاتھ پاؤں تک کانپنے لگے تھے۔وہ کچھ بتانا نہیں چاہتی تھی بس یہاں سے کہیں بھاگ جانا چاہتی تھی۔ایک امید بھری نگاہ اُس نے بالاج پر ڈالی جو اُسکے لیے جان تک دینے تو تیار رہتا تھا۔بالاج نے تنفر سے منہ پھیر لیا رجاء کا دل مٹھی میں آگیا۔اشکوں کی لڑیوں نے تیزی سے چہرے پر اپنی جگہ بنانا شروع کی تھی۔

"ریلیکس ہو کر بتائیں۔کیا نام ہے آپکا؟ کیا کرتی ہیں آپ؟"

اُس نے اپنا سوال دوہرایا مگر رجاء کی چپ نہیں ٹوٹی۔خاموشی سے رونا جاری تھا۔شاید بالاج کے رویے پر وہ اب احتجاجاً جواب نہیں دے رہی تھی۔بالاج عاجز آیا مگر رجاء کو بھی اچھے سے جانتا تھا اُسے بالاج کی ہمدردی چاہیے تھی اُسکے سہارے کی ضرورت تھی۔

"انسپکٹر پلیز کام کی بات پوچھیں جلدی۔میری بہن پتہ نہیں کس حال میں ہوگی"

اُس نے ناگواری سے ٹوکا۔ نتیجتاً آفیسر نے بھی اُس پر ناگوار نظر ڈالی۔اوپر سے آرڈر نہ ہوتے تو وہ کبھی اِس چوبیس سالہ لڑکے کے آگے مجبور نہ ہوتے بلکہ اچھے سے اُسکی ایڑھیاں رگڑواتے۔جو اُنکا پسندیدہ مشغلہ تھا۔

"کب سے جانتی ہے آپکی بہن اُس لڑکے کو؟"

دانتوں پر دانت جمائے اُسے عادت کے برعکس سوال بدلنا پڑا۔چند لمحے انتظار کے بعد بھی جواب ندارد۔مقابل موجود دونوں ہی وجود آفیسر کا ضبط آزما رہے تھے۔اُسکی خاموشی پر بالاج کو بھی تاؤ آیا۔

"مجھے اندازہ ہو چکا ہے کہ تم کبھی ہماری سگی نہیں رہیں۔نہ ہی تم اب ہماری سگی ہو۔!پر ہمیں اِس بات کی مزید سزا مت دو رجاء۔"

اُس کے قریب جھکتے بالاج نے یخ ٹھنڈے لہجے میں سرگوشی کی۔رجاء کو لگا اُسکے کان کے قریب صور پھونکا گیا تھا۔اور پھونکنے والا کون تھا؟ وہ زلزلوں کی زد میں آئی تھی۔وہ اُسکے طعنے پر اُس سے شکوہ کرنا چاہتی تھی مگر جانے کیوں خود کو اِس قابل نہیں سمجھ رہی تھی۔اُسکی ایک بھول اُسکی سالوں کی کمائی عزت اور محبت کو دو کوڑی کا کر گئی تھی۔اُسکے پاس اب کچھ نہیں بچا تھا۔زندگی چاروں طرف سے اندھیر محسوس ہوئی تھی۔کتنے ہی آنسو اُس نے اپنے اندر اُتارے۔دل کو بہت مضبوط کیا اور بولنا شروع کیا۔

"آج سے دس ماہ پہلے ایمی نے اپنے موبائل میں فیس بُک بنائی۔"

"اُسے شوق تھا کہ وہ ماڈلز کی طرح مشہور ہو جائے۔اِس لیے اُس نے اپنی بہت سی پکچرز پوسٹ کی تھیں اور"

"مختصر بات کرو رجاء۔!"

ضبط کے کڑے مراحل طے کرتا بالاج ناگواری اور سختی سے اُسے ٹوک گیا۔رجاء نے آنکھیں موند کر اُسکے انداز کو ہضم کیا۔

"اِنہیں تفصیل سے بتانے دیں مسٹر۔جتنا زیادہ ہم جانیں گے اُتنی ہمارے کام میں آسانی ہو گی۔"

آفیسر نے بھی اب کی بار ناگواری سے کہا۔بالاج نے مٹھی بھینچ کر خود پر قابو پایا۔

بالاج کے دبانے پر رجاء پھر خاموش ہو گئی تھی۔

"جی بولیں آپ۔"

آفیسر نے دوبارہ اُسے مخاطب کیا۔

"محبوب عالم نے اُسکی پکچرز دیکھنے کے بعد ایمی کو دوستی کے لیے بہت مجبور کیا۔ایمی کے انکار کے باوجود کبھی کبھی وہ میسج کرنے لگا"

بالاج کا خون کھول رہا تھا۔چہرہ غصے سے سرخ پڑ چکا تھا۔جبکہ وہ بار بار بھیگتی آواز پر قابو پا رہی تھی۔

"پہلے تو ایمی نے کبھی جواب نہیں دیا تھا مگر پھر آہستہ آہستہ جب اُسکے میسج بڑھنے شروع ہوئے تو وہ بھی جواب دینے لگی تھی۔پھر چند ہی دِنوں میں یہ سلسلہ بڑھنا شروع ہوا اور اتنا بڑھ گیا کہ"

اب کی بار آنسو بہہ نکلے تھے۔وہ بات مکمل نہیں کر سکی۔آگے رہ بھی کیا گیا تھا۔آفیسر چند لمحوں کے لیے خاموش رہا۔

"آپ کیسے جانتی ہیں؟" اُس نے دوبارہ سوال کیا۔اور پھر اُس نے آفیسر کو سب بتا دیا کہ کیسے وہ اُسے اپنا عادی بناتا رہا۔کالج کے باہر آنے لگا۔اپنی دادی سے بات کروانا۔شادی تک بات لے جانا۔اور بھی بہت کچھ۔بالاج نے جس دل سے وہ سب سُنا یہ بس وہی جانتا تھا۔

"وہ مجھے ہر بات بتاتی ہے۔اُس نے کل بھی مجھے کال کی تھی وہ بہت زیادہ رو رہی تھی۔"

"وہ مر جائے گی۔پلیز اُسے بچا لیں"

اُسکا ضبط کھو گیا تھا یہاں تک کہ وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔لرزتی آواز میں بری طرح خوفزدہ ہو کر وہ بالاج کو بھی لرزا رہی تھی۔اُن دونوں کی حالت پر آفیسر تاسف سے سر ہلا کر رہ گیا۔جب کچھ دیر مزید گزرنے پر بھی وہ نہ سنبھلی تو لیڈی کانسٹیبل نے آگے بڑھ کر اُسے تسلی دی۔

"حوصلہ رکھو بی بی۔ہم اپنی پوری کوشش کریں گے۔"

"کالج کے باہر کی فوٹیج دکھاؤ۔"

آفیسر نے لیڈی کانسٹیبل کو مخاطب کیا۔وہ تیزی سے ٹیبلٹ پر انگلیاں چلانے لگی۔ویڈو اُسکے سامنے کی گئی۔بارہ بجے کے قریب کالج کے باہر کی فوٹیج تھی۔پہلے وہ باہر نکل کر بالاج کی بائیک پر بیٹھ رہی تھی اور چند سیکنڈ بعد ایمی باہر نکلی تھی۔اُس نے سر اٹھا کر بالاج کہ طرف دیکھا۔وہ بھی وہیں دیکھ رہا تھا۔دونوں تقریباً ایک ساتھ نکلی تھیں۔وہ چاہتی تو بالاج کو اُسی وقت بتا سکتی تھی مگر وہ اپنے جھوٹ پر قائم رہی تھی۔اُسکے دیکھنے پر بالاج درشتی سے رُخ پھیر گیا۔وہ رجاء کی شکل نہیں دیکھنا چاہتا تھا۔رجاء کا دل پھٹنے لگا تھا۔یہ وہ کیا کر بیٹھی تھی؟ غلطی نہ ہوتے ہوئے بھی وہی مجرم تھی۔

"کیا یہی ہے آپکی کزن؟"

آفیسر اب رجاء کے سر پر کھڑا سکرین کہ طرف اشارہ کر کے پوچھ رہا تھا۔اُس نے سر ہلایا۔

"اِس گاڑی کو دیکھا ہے آپ نے؟"

اب وہ سیاہ رنگ کی گاڑی کے متعلق پوچھ رہا تھا جس میں ایمی بیٹھنے سے پہلے کال کر رہی تھی۔

"ایک تصویر میں دیکھی تھی شاید۔"اُس نے بمشکل کہا۔

"کیسے؟" آفیسر کچھ زیادہ ہی تفتیش کے موڈ میں تھا۔

اِس کے جواب میں رجاء نے اُسے محبوب عالم کی تصویر بھیجنے والی بات بتائی جس میں وہ ایک عالیشان گھر کے باہر 'اپنی' گاڑی کے ساتھ کھڑا تھا۔

"وہ تصویر ہے آپکے پاس؟" ساری بات سن کر آفیسر کو امید کی کرن نظر آئی تھی۔لڑکے کی تصویر ہوتی تو کیا کچھ ہو سکتا تھا۔

"وہ تصویر....."

"وہ جس موبائل میں ہے وہ ایمی کے پاس ہے۔"

یہ کہتے ہوئے رجاء مزید شرمندہ ہوئی۔بالاج جس کی آفیسر کے سوال پر امید جاگی تھی یکدم جھاگ کی طرح بیٹھ گئی۔

آفیسر اب خاموشی سے کچھ سوچ رہا تھا جب بار بار فوٹیج دیکھتی کانسٹیبل نے متوجہ کیا۔

"گاڑی پر نمبر پلیٹ بھی نہیں ہے سر"

وہ مزید مایوس ہوئے۔اچانک آفیسر نے ہدایت دی۔

"گاڑی میں بیٹھے لڑکے کی پکچر زوم کر کے دکھاؤ"

اُس نے ویڈیو روک کر ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے شخص کی تصویر کو زوم کرتے رجاء کے سامنے کیا۔

"کیا یہ ہے وہ لڑکا؟"

رجاء کی آنکھیں پھیل گئیں۔اُسکی ہاتھ پاؤں پھر کانپنے لگے تھے۔

"نہیں۔نہیں"

"یہ.....یہ تو محبوب نہیں ہے۔"

سرسراتی آواز میں بولتے اُس نے بالاج کی طرف دیکھا۔اُسکے چہرے پر تاریک سائے لہرا رہے تھے۔

"آپکے مطابق آپکی بہن محبوب عالم نامی شخص کے ساتھ گئی تھی۔اور حقیقت میں وہ جس لڑکے کے ساتھ گئی ہے آپ اُسے محبوب ماننے سے انکاری ہیں۔"

آفیسر کی سپاٹ آواز پر وہ دونوں متوجہ ہوئے۔

"یا تو آپ جھوٹ بول رہی ہیں۔"

اُس نے باقاعدہ رجاء کی طرف اشارہ کیا تو وہ روتے ہوئے نفی میں سر ہلانے لگی۔

"یا آپکی بہن کی ایک سے زیادہ لڑکوں سے دوستی تھی۔اور"

آفیسر نے صور پھونکا۔اُسکی آواز نے اُن دونوں کو جگایا جبکہ بالاج سختی سے اُسکی بات کاٹ گیا۔

"بسس۔!"

"ایک لفظ اور نہیں۔"

پوری ٹیم کے چہرے پر ناگواری پھیلی۔اگر وہ مجبور نہ ہوتے تو اِس شخص کو اچھے سے سبق سکھاتے۔اگر وہ ایسے کیس کی تحقیق کے دوران اُنہیں تھانے میں ملتا تو کیسے کیسے سوالوں کے جواب دینا پڑتے ہیں وہ اُسے اچھے سے سکھاتے۔مگر وہ مجبور تھے۔اپنی سفارش کی وجہ سے اِس وقت اُسکا پلڑا بھاری تھا۔وہ اب سرخ آنکھیں لیے کسی کا نمبر ملا رہا تھا اور آفیسر اچھے سے جانتا تھا اُسکی کاروائی تبھی کچھ دبک گیا۔

"پروفیسر آپ میری بہت مدد کر رہے ہیں اُسکا شکریہ۔لیکن یہ میری بہن کے متعلق ایسی باتیں کر رہے ہیں جو میری برداشت سے باہر ہیں۔"

رجاء اُسے غصیلی آواز میں فون پر بات کرتے سن سکتی تھی۔وہ تمیز کے دائرے میں رہ کر بات کر رہا تھا مگر اُسکے اندر چلتے طوفانوں کو رجاء محسوس کر سکتی تھی۔آفیسر کا غصے سے برا حال ہونے لگا تھا۔دوسری طرف سے اُسے ٹھنڈا کرنے کو جانے کیا کہا گیا تھا جس کے جواب میں وہ کچھ ہارے ہوئے انداز میں بولا۔

"سر میں مانتا ہوں کہ یہ انکوائری کا حصہ ہے لیکن سر پلیز میں نہیں سن سکتا یہ سب"

پروفیسر زوار کے کہنے پر اُس نے فون آفیسر کی طرح بڑھایا جسے مارے بندھے وہ تھام چکا تھا۔اور فون لے کر باہر نکل گیا۔اُسکی ٹیم بھی اُسکے پیچھے باہر نکل گئی۔

ڈرائنگ روم میں مسلسل خاموشی تھی۔بالاج بے چینی سے یہاں وہاں چکر کاٹ رہا تھا جبکہ رجاء پلکیں جھپک جھپک کر آنسو پی رہی تھی۔

چند منٹوں بعد آفیسر اپنی ٹیم لے ساتھ واپس آیا۔

"مسٹر بالاج اب ہمارے پاس آخری آپشن صرف یہ ہے کہ جس نمبر سے کل آپکی بہن نے کال کی تھی اُسے ٹریس کیا جائے۔آپ چلیں ہمارے ساتھ"

اُس نے بمشکل سر ہلایا۔اور اُن سے پہلے نکلنے لگا۔

"اور اِن محترمہ کو بھی ساتھ لے جانا پڑے گا کیونکہ ہم سب میں بس یہی اُس لڑکے کو پہچانتی ہیں۔"

آفیسر کے کہنے پر اُس کے قدم تھم گئے۔رجاء تیر کی سی تیزی سے اُسکے قریب آئی۔

"مجھے نہیں جانا بالاج۔میں نے کچھ نہیں کیا۔خدا کے لیے مجھ پر رحم کرو۔"

اُس کے بازو سے چپکی وہ التجا کر رہی تھی۔تفتیشی ٹیم اُنہیں وہیں چھوڑے باہر نکل گئی جبکہ بالاج نے جھٹکے سے اُسے دور کیا۔

"تم یہی چاہتی ہو وہ کبھی پہچانا نہ جائے۔تم چاہتی ہو کہ ایمی کبھی واپس نہ آئے اِسی لیے تو تم نے اُسے بھیجا تھا۔"

یخ ٹھنڈا لہجہ۔رجاء کو کبھی برا نہ لگتا اگر وہ بالاج کا نہ ہوتا۔

"ایسا نہیں ہے۔میرا یقین کرو میں نے بہت روکا تھا اُسے۔بہت کہا اُسے کہ گھر والوں کو بتا دو اور"

"فار گاڈ سیک رجاء"

وہ اپنی صفائی میں کچھ کہنا چاہتی تھی جب وہ چلا کر اُسکی بات کاٹ گیا۔

"یہ تمہاری فضول بکواس سننے کا وقت نہیں ہے۔نہ ہی تمہارے دو کوڑی کے ایکسکیوزز سن کر کچھ بدل جائے گا۔ سمجھیں۔!"

غراتے ہوئے اُسے کندھوں سے پکڑے اُس نے جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔رجاء نے سہم کر اُسکی آنکھوں میں دیکھا جہاں خون اترا ہوا تھا۔دروازے پر خالہ کا چہرہ نمودار ہوا اور اپنا آپ اُس سے چھڑواتی وہ اُنکی طرف لپکی

"خالہ مجھے بہت ڈر لگ رہا۔اِسے بولیں۔اِسے بولیں مجھے کہیں نہیں جانا۔میں"

"چلی جاؤ رجاء۔"

اُنکے ہاتھ تھامے وہ بڑے مان سے کہہ رہی تھی جب خالہ کی سپاٹ آواز پر اُسکی گرفت ڈھیلی پڑی۔

"خالہ" بے یقینی سے پکارا گیا۔مگر وہ کچھ فاصلے پر کھڑے بالاج سے مخاطب ہوئیں

"بالاج"

"میرے مرنے سے پہلے میری بیٹی کو سہی سلامت واپس لے آنا بیٹا۔"

وہ ہاری ہوئی لگ رہی تھیں۔بالاج نے ماں سے نظریں چراتے بمشکل سر ہلایا۔اور بےیقین کھڑی رجاء کو تقریباً گھسیٹتے ہوئے اپنے ساتھ لے گیا۔

اُس نے مڑ کر خالہ کی طرف دیکھا جو دوپٹہ چہرے پر رکھے رو رہی تھیں۔ایک نظر بالاج پر ڈالی جو جبڑے کَسے سرخ انگارہ آنکھیں لیے اُسے بیرونی دروازے کی طرف گھسیٹ رہا تھا اور پھر اُس نے مزاحمت ترک کر دی۔اُس نے آج سے اپنے آپ کو اُس کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا۔

****

"کہاں تھے تم؟"

زرمین کے جانے کے بعد وہ اب کمرے میں آیا تھا اور زہرا کی آواز پر چونکا۔ماں کو بیڈ پر اُسکے پاس بیٹھے دیکھ کر اُسے تشویش ہوئی جو اب بھی سوں سوں کرنے میں مصروف تھی۔

"ضروری کال سُن رہا تھا۔آفس جانا پڑے گا۔"

اُسے پوری طرح نظرانداز کرتے اُس نے زہرا کو اطلاع دی اور لیپ ٹاپ اور ضروری سامان بیگ میں منتقل کرنے لگا۔

"چلو بیٹا بس بھی کرو اب۔تم سے کس نے کہا تھا اتنے نوکیلے کانچ چھیڑنے کو۔"

زہرا کی آواز پر اُسکے چلتے ہاتھ رُکے۔وہ روتی ہوئی عشمیرہ کو چپ کروا رہی تھیں جو مزید رونے لگی تھی۔شارم فوراً متوجہ ہوا۔تیزی سے اُنکی طرف لپکا۔

"کیا ہوا ہے؟"

اُس نے ماں سے پوچھنے کے ساتھ اُنکے ہاتھوں سے اُسکے ہاتھ نکال لیے۔دونوں ہتھیلیوں پر کتنے ہی زخم تھے۔اُس نے سوالیہ نظر ماں پر ڈالی۔

"یہاں سے ٹوٹے ہوئے کانچ اٹھا رہی تھی۔دیکھو کیسے ہتھیلیاں زخمی کر لی ہیں۔پہلے ہی چائے سے ہاتھ کی پشت بھی جلا رکھی ہے۔"

اُنہوں نے تاسف سے بتایا۔شارم کا دل مٹھی میں آ گیا۔چائے والی حرکت کا تو معلوم نہیں مگر وہ یقین سے کہہ سکتا تھا کہ یہ والی حرکت جان بوجھ کر کی گئی تھی۔وہ تکلیف میں خود کو مزید تکلیف پہنچا رہی تھی اور اپنے ساتھ ساتھ ناجانے کس کس کو اذیت میں ڈال رہی تھی۔

"کچھ لگا دیں امی۔یہ دیکھیں۔چھوٹے چھوٹے کتنے ہی سارے کٹ ہیں۔"

وہ فکرمندی سے کہہ رہا تھا۔زہرا سر ہلاتے چلی گئیں تو عشمیرہ نے فوراً ہی اپنے ہاتھ کھینچ لیے۔شارم نے فی الحال اُسے اُسکے حال پر چھوڑا۔

چند لمحوں بعد زہرا کوئی میڈیکیٹڈ کریم لیے واپس آئیں اور دوبارہ عشمیرہ کے ساتھ بیٹھ کر اُسکے ہاتھوں پر دوا لگانے لگیں۔وہ اب رونا بند کر چکی تھی۔شارم بھی وہاں سے ہٹ چکا تھا۔شیشے کے سامنے کھڑا وہ ٹائی درست کر رہا تھا کبھی ایک نظر شیشے سے ہی اُس پر بھی ڈال لیتا جو دوا لگوا کر اب ہتھیلیوں کو گھورنے میں مصروف تھی۔

"کہیں جا رہے ہو؟"

زہرا نے اُسے نہارنے میں مصروف دیکھ کر پوچھا۔

"جی امی بتایا تو ہے آفس جانا پڑے گا۔ایک اہم کلائنٹ ہے میرا ملنا ضروری ہے"

وہ اب جوتے پہن رہا تھا۔

"ناشتہ تو کیا نہیں ٹھیک سے"

"آپ پریشان نہ ہوں میں کر لوں گا۔آپ نے اپنی میڈیسن لی؟" تسمے باندھتے اُس نے پوچھا۔

"ہاں لے لی تھی"

"گُڈ۔آپ جائیں پھر آرام کریں۔"

اُس نے ماں کو تاکید کی۔عشمیرہ بہری بنی رہی جیسے وہ وہاں موجود ہی نہیں تھی۔

"بیوی آ گئی ہے تو ماں کو کمرے سے نکال رہے ہو۔"

زہرا نے گھورتے ہوئے مصنوعی ناراضگی سے کہا۔شارم سٹپٹا گیا جبکہ اب کی بار عشمیرہ بھی غیر آرام دہ لگی تھی۔

"ارے کیسی باتیں کر رہی ہیں۔ہمیشہ میڈیسن کے بعد آپکو آرام کا کہتا ہوں۔"

اُنکے ہاتھ تھامے وہ نرمی سے کہہ رہا تھا۔

"معلوم ہے بیٹا۔تجھے چھیڑ رہی ہوں۔"

زہرا نے شرارت سے کہا۔عشمیرہ کے چہرے پر شدید ناگواری در آئی۔وہ دونوں ماں بیٹا اِس وقت عشمیرہ کی برداشت سے باہر ہو رہے تھے۔شارم اُسکی ناگواری دیکھ سکتا تھا اُس نے زہرا کو نہ چھیڑو ہمیں ہم ستائے ہوئے ہیں والی نظروں سے دیکھا۔بیٹے کے تاثرات دیکھتے وہ ہنستی ہوئی نیچے چلی گئیں۔اب کمرے میں بس وہی دونوں تھے۔

"اٹھو عشمیرہ۔جا کر ناشتہ لگاؤ۔میں آ رہا ہوں"

شارم نے سنجیدگی سے کہا۔وہ جو کب سے بہری بنی ہوئی تھی باقاعدہ پکارے جانے پر اُسے سننا ہی پڑا۔

"آپ دیکھ نہیں رہے میرے ہاتھ کتنے زخمی ہیں۔"

وہ اُس کے کام سے صاف انکار کرنا چاہتی تھی مگر زرمین کے سامنے اتنے دعوے کرنے کے باوجود بھی نہیں کر سکی تھی۔

"تو زخمی کرنے سے پہلے سوچنا چاہیے تھا کہ یہ نتیجہ بھی نکل سکتا ہے۔"

جلے بھنے انداز میں وہ بڑبڑایا۔عشمیرہ سن کر چونکی۔اچنبھے سے پوچھا

"کیا مطلب ہے آپکا؟"

"خیر جیسا بھی ہو زخم تو زخم ہوتا ہے۔وجہ جو بھی ہو تکلیف تو دیتا ہی ہے۔"

اُسے کچھ کہنے کا موقع دیے بغیر ہی اُس نے مزید بھی سُنا دیا۔وہ زبردست چونکا۔رونا دھونا بھولے وہ اُسے نئے سبق پڑھا رہی تھی۔اُسے دکھ بھی ہوا اور غصہ بھی آیا۔ایک ہی جست میں وہ اُس تک پہنچا اور بڑے دھونس سے اُسکے دونوں ہاتھ جکڑ لیے۔

"یہ زخم ہے؟ زخم کبھی دیکھا بھی ہے تم نے؟"

اُسکی ہتھیلیاں اُسی کے سامنے پھیلائے وہ بڑے ٹھنڈے لہجے میں بولا۔

"پتہ بھی ہے تکلیف کیا ہوتی ہے؟"

"زخم وہ ہوتا ہے جو آپ اپنے بدصورت رویوں سے دوسروں کو لگائیں۔پھر آپکی ہر یاد پر وہ زخم رِستہ رہے اور دوسرے کو تکلیف پہنچاتا رہے۔"

اُسکے غیر معمولی انداز اور سپاٹ لہجے پر عشمیرہ کو کچھ بہت غلط ہونے کو احساس ہوا۔وہ کیا جان گیا تھا؟ کیا کہہ رہا تھا؟ کس بات کا حوالہ دے رہا تھا؟

"یہ آپ.....کیا" اُسکی زبان لڑکھڑا گئی تو وہ مزید بولنے کے لیے حلق تر کرنے لگی۔

"چلی جاؤ عشمیرہ۔"

اُسکے رنگ اُڑے تاثرات دیکھتے اُس نے جھٹکے سے اُسے چھوڑ دیا۔

عشمیرہ عجیب نظروں سے اُسے دیکھ رہی تھی۔شارم کو اپنی بے وقت جذباتیت کا احساس ہوا تو بمشکل خود کا نارمل کرتے بولا۔

"ناشتہ لگاؤ جا کر۔مجھے جانا ہے پھر۔"

وہ بغیر مڑے تیزی سے نکل گئی۔شارم نے خود کو کوسا۔کیا ضرورت تھی اتنا جذباتی ہونے کی؟ اب اُسکی ہر بات میں یوں رد عمل دینے لگا تو بہت جلد مشکوک ہو جائے گا۔خود کو کافی سمجھا بجھا کر وہ نیچے آیا تو ناشتہ ٹیبل پر لگ چکا تھا جبکہ وہ لاؤنج میں بیٹھی چینل سرفنگ کر رہی تھی۔

"میں آ جاؤں گا کچھ دیر میں۔تم تب تک نیچے امی کے پاس ہی رہنا۔"

ناشتے کے بعد جاتے ہوئے اُس نے لاؤنج میں آکر براہ راست اُسے مخاطب کیا۔

"کیوں بھئی مجھے سونا ہے دوبارہ۔"

اُسکے آرڈر پر اُس نے تنک کر کہا۔

"میری امی کے کمرے میں بھی بیڈ ہے وہ بھی ہمارے کمرے سے بڑا۔اور میری امی میری طرح پھیل کر بھی نہیں سوتیں۔تم اُنکی کمپنی انجوائے کرو گی۔"

وہ آخر میں شرارت سے بولا۔عشمیرہ نے حیرت سے اُسے دیکھا۔کچھ دیر پہلے والی سنجیدگی کا کا شائبہ تک نہ تھا۔شارم نے اُسکے یوں دیکھنے پر زبردست آنکھ ماری۔بری طرح سٹپٹا کر اُس نے نظروں کا زاویہ بدل لیا۔شارم کی مسکراہٹ گہری ہوئی۔

"لیکن مجھے کرنے والے اور بھی سو کام ہیں۔"

یہ زبردستی عشمیرہ کو ہضم نہیں ہو رہی تھی تبھی چند لمحوں بعد اُس نے سنجیدگی سے کہا۔

"مثلاً؟"

سو کاموں پر اُسکی تیوری چڑھ گئی۔

"خیر اپنے وہ سو کام بھی نیچے ہی کر لینا۔"

دوبارہ سنجیدہ ہوتے وہ اُسے پابند کر رہا تھا۔اب کی بار عشمیرہ نے کوئی جواب دینا ضروری نہیں سمجھا تھا بس اندر ہی اندر جلتی رہی۔

"ہاتھوں پر امی سے دوبارہ دوا لگوا لینا۔"

ہنہہ بھاڑ میں جائے۔اُس کی ہدایت پر عشمیرہ نے سر جھٹک دیا۔

صبح سے شام ہو چکی تھی اور وہ اب تک زہرا کے کمرے میں تھی۔ناجانے کیوں پر شارم کے کہہ کر جانے کی وجہ سے وہ اوپر نہیں گئی تھی۔کچھ دیر تک تو زہرا بھی اُسکے ساتھ تھیں۔دونوں ساس بہو نے اچھی خاصی نیند لی تھی۔وہ ابھی کچھ دیر پہلے جاگی تھی۔زہرا شاید باہر جا چکی تھیں عشمیرہ تسلی سے موبائل استعمال کرنے لگی۔

"عشمیرہ"

"بیٹا واصف آیا بیٹھا ہے باہر۔تمہیں دیکھنا چاہ رہا تھا۔میں نے چائے بنوا دی ہے۔تم لے جاؤ"

کچھ دیر مزید گزری تو زہرا نے آ کر اطلاع دی۔

واصف کا سن کر اُسکا دل بھر آیا۔گزشتہ چند دنوں سے اُسے واصف کے علاوہ اپنے ساتھ کوئی مخلص نہیں لگتا تھا۔اور وہ تو اُسکا مسیحا بھی تھا۔اُسے اُس رات والا واقعہ یاد آیا۔بیچارا شارم اِس سارے معاملے میں خود کو ملنے والا سارا کریڈٹ واصف کے نام کر چکا تھا۔

عشمیرہ فوراً اٹھ کر کچن کی طرف بڑھ گئی۔آج صبح زرمین سے ہوئی جھڑپ کے بعد تو وہ کسی کی بھی شکل نہیں دیکھنا چاہتی تھی مگر واصف تو اُسکا ہمدرد تھا۔اُسے اپنے سارے درد یاد آئے، ہاتھ پھر سے دکھنے لگے تھے۔جلتی نم آنکھوں کو صاف کرتے وہ چائے کی ٹرالی لیے ڈرائنگ روم میں چلی گئی۔

"یار تُو دیکھنا سیدھا نہ کر دیا اِسے تو میرا نام بھی شارم نہیں"

شارم کی آواز باہر تک آ رہی تھی۔ناجانے کس کو سبق سکھانے کی بات کر رہا تھا۔ہنہہ اُسے اِس کے علاوہ اور آتا کیا تھا؟ عشمیرہ کا حلق تک کڑوا ہوا۔

"اوو بھئی.....ہتھ ہولا ای رکھیو۔"

"میں سہی کہہ رہا ہوں یار۔اُسے تجھ سے متنفر تو نہیں کروانا ناں"

دیکھا واصف جیسی سوبر اور ٹھنڈی طبیعت ہر کسی کی تو نہیں ہو سکتی ناں؟ اُس جیسا کوئی دوسرا تھا کیا؟ عشمیرہ بس سوچ کر رہ گئی۔

"السلام علیکم"

اُس نے قدم اندر رکھے۔دونوں نے بیک وقت اُسے دیکھا۔

"وعلیکم السلام۔"

"ماشاءاللہ۔شارم کے گھر تو اب دِن کے کسی بھی حصے میں چاند کی کمی محسوس نہیں ہو گی"

واصف نے اٹھ کر اُسکا استقبال کیا اور بڑے مان سے بھائیوں کی طرح سر پر ہاتھ بھی رکھا تھا۔عشمیرہ کی آنکھوں میں مرچیں بھرنے لگی تھیں۔کاش وہ واقعی اُسکا بھائی ہوتا۔بلکہ کاش میر زبیر زرمین کی شادی اُس سے ہونے دیتے۔دکھ مزید بڑھے۔

"کیسی ہے میری کنزیٰ کی فرینڈ؟"

اُسکے سر پر ہاتھ جمائے واصف کی نرمی ہنوز برقرار تھی۔ضبط کی کڑی منازل سے گزرتی عشمیرہ آخر پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

"ارے ارے کیا ہوا؟"

واصف پریشان ہوا جبکہ شارم کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔یہ کیوں بے وقت جل تھل ایک کرنے لگی تھی؟

"یار کچھ نہیں ہوا زرا سا ہاتھ جل گیا تھا۔پھر اِس نے خود ہی ٹوٹے ہوئے کانچ اٹھا کر مزید چوٹ لگوا لی"

وہ اُسکے رونے کو بس اِسی وجہ سے منسوب کر سکا تھا۔

"ادھر دکھاؤ مجھے"

واصف اُسے صوفے پر شارم کے ساتھ بٹھا کر ہاتھوں کا جائزہ لینے لگا۔شارم اکتاہٹ سے دیکھ رہا تھا جب واصف نے کہا۔

"ساری شارم کی غلطی ہے۔ایک دن تمہارا خیال نہیں رکھ سکا۔ابھی دیکھنا اِس کے کان کھینچتا ہوں جس نے میری بہن کو رُلایا"

عشمیرہ کو اپنے رونے کی وجہ تو سمجھ نہیں آئی تھی مگر شارم کی بات پر حیرت ضرور ہوئی۔وہ بھلا کہاں اتنی کمزور تھی کہ اتنے سے درد پر رو دیتی۔اُسکے دکھ تو اِن چھوٹے چھوٹے زخموں سے بھی بڑے تھے۔

"ابے اوو بہن کے بھائی۔صبح دوا میں نے ہی لگائی تھی۔"

وہ ہمیشہ کی طرح واصف پر بگڑا تھا۔واصف نے بھی بدلے میں گھورا۔

"باقی امی سے کہا تھا۔کال کر کے دو دفعہ اُنہیں یاد بھی کروایا"

اب کی بار اُس نے کچھ نرمی سے کہا۔عشمیرہ کو زہرا کی بار بار فکر کرنے کی وجہ اب معلوم ہوئی تھی۔آنسو اب تھم چکے تھے۔

"اب تو پہلے سے بہت بہتر لگ رہا ہے۔"

وہ اب خود جائزہ لے رہا تھا۔واصف مسکراتے ہوئے اپنے لیے چائے نکالنے لگا۔

"آتا ہوں میں"

کچھ دیر بعد زہرا کے بُلاوے پر شارم اٹھ کر چلا گیا۔

"اب بتاؤ؟ شارم سے یا کسی سے کوئی بھی شکایت ہو تم نے مجھے بتانا ہے۔"

واصف نے اُسکے جانے کے بعد بڑے مان سے کہا۔عشمیرہ نے سر ہلایا۔

"کنزیٰ کیسی ہے؟ کل کیوں نہیں لائے تھے آپ اُسے؟"

وہ اُس سے اُسکی چھوٹی بہن کے متعلق پوچھ رہی تھی جو چند ماہ پہلے تک زرمین اور عشمیرہ کی آنکھ کا تارا ہوا کرتی تھی۔

"ٹھیک ہے۔میں بس زرمین کی وجہ سے نہیں لایا"

عشمیرہ سوالیہ نظروں سے اُسکی طرف دیکھنے لگی۔

"میں نے اُسے بتایا ہوا ہے کہ زرمین اب میر ہاؤس میں نہیں بلکہ اپنے ریلیٹِوز کے گھر رہتی ہے۔ایسے میں اگر اُسے لے آتا تو اُس نے زرمین کے پیچھے پڑ جانا تھا۔تم جانتی تو ہو اُسے۔کتنی اٹیچ تھی وہ اُس سے"

وہ آخر میں افسردہ ہوگیا تھا۔زرمین کی شادی سے پہلے وہ تقریباً ہر ویک اینڈ پر اُنہی کے گھر پائی جاتی تھی۔یہ واصف کا ہی اقدام تھا۔غلط اقدام۔وہ اپنے چکر میں اپنی بہن کو زرمین سے اٹیچ کرنا چاہتا تھا جس میں وہ بخوبی کامیاب بھی ہوا تھا مگر بعد میں جو ہوا اُس نے پھر کتنے ہی دل توڑے تھے۔

"آج صبح میں نے اُسے بتایا کہ اُسکی عشمیرہ آپی کی شادی ہو گئی ہے شارم سے۔اور تب سے ہی وہ ناراض ہے کہ مجھے کیوں نہیں لے کر گئے۔"

چند لمحوں کی خاموشی کے بعد واصف نے ہی کہا۔وہ اب کنزیٰ کی ناراضگی یاد کر کے مسکرا رہا تھا۔عشمیرہ بس اُسے دیکھ کر رہ گئی۔صرف واصف ہی نہیں اِس معاملے میں اُسکی بہن نے بھی بڑے صبر کا مظاہرہ کیا تھا۔

"واصف بھائی گھر گئے تھے آپ؟"

سوچوں کو جھٹکتے اُس نے بات بدلی

"ہاں گیا تھا بارہ بجے کے قریب۔زبیر انکل اور آنٹی سے ملاقات ہوئی۔آنٹی بہت دکھی تھیں تمہارے لیے"

"مجھے کچھ نہیں سننا اُنکے بارے میں"

اُسے لگا وہ ماں باپ کا ہی پوچھ رہی ہو گی مگر وہ ناگواری سے ٹوک گئی۔

"چچا، چچی یا فرہاد نے کوئی بات تو نہیں کی؟"

"تمہارے چچا خاصے معقول اور سمجھدار آدمی لگتے ہیں۔چچی کا پتہ نہیں۔وہ عورت ہیں۔عورتیں اندر خاطے ہی کھچڑیاں پکاتیں ہیں اِس لیے اُنہوں نے اور فرحین نے اگر کوئی فساد مچایا ہو تو اُسکا معلوم نہیں مجھے"

اُس نے تفصیلاً بات کرتے آخر میں کندھے اچکائے۔

"اور فرہاد؟"

"وہ کچھ نہیں کہتا کیا؟"

اندر آتا شارم اُسکے بے تاب سے سوال پر ٹھٹھک کر وہیں رُک گیا تھا۔

اُسی کے متعلق تو وہ پوچھنا چاہ رہی تھی۔شارم سے نکاح کی خبر سننے سے لے کر کل تک اُس کا فرہاد سے کوئی سامنا نہیں ہوا تھا۔نہ فرہاد نے خود ایسی کوئی کوشش کی تھی یہی بات اُسے کھٹک رہی تھی۔اگر فرہاد اُس رات وہ سب نہ کہتا تو وہ کچھ عرصہ مزید اُسکی منگیتر رہ کر ضارب کا پتہ لگا سکتی مگر اُس نے سب بگاڑ دیا تھا۔

"اُسے لگتا تھا کہ زبیر انکل یا نورین آنٹی اُسے فورس کریں تو وہ مان جائے گا۔تمہارے اُس رات چھپ کر نکلنے کے بعد اپنی ناک اونچی رکھنے کے چکر میں اُس نے وہ سب کہا تھا۔اُسے امید نہیں تھی کہ ایسا نتیجہ بھی نکل سکتا تھا۔مختصراً کہوں تو غصے اور جذبات میں کیے فیصلے پر اب پچھتا رہا ہے۔"

عشمیرہ کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔اِس منافقت کی آخر ضرورت بھی کیا تھی؟ البتہ واصف کی بات سن کر شارم کا خون ضرور کھول رہا تھا۔اُسے کیا ضرورت تھی کہ وہ اِس سر پھری عشمیرہ کو یہ سب بتا کر مزید اُسے کوئی شہ دے رہا تھا۔

"ایک دلچسپ بات بتاؤں؟"

وہ مزید بول رہا تھا۔شارم کا بس نہیں چل رہا تھا اندر جا کر واصف کی گردن مڑوڑ دیتا۔

"اگر شارم کا پرپوزل نہ آتا تو تمہیں زور زبردستی کرکے اُسی کے پلے باندھا جاتا جس سے تم بچپن سے منسوب تھیں۔"

وہ اب رازداری سے کہہ رہا تھا۔عشمیرہ خاموشی سے سُن رہی تھی۔اُسے دونوں سے ہی بھلا کیا فرق پڑتا۔اُسکی پسند تو کوئی اور تھا۔جو اِس وقت پہنچ سے بھی دور تھا۔

"فرہاد بیچارا بھی تو اِسی حقیقت میں مارا گیا۔اُسکے تو وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ اُسکی ناک کے نیچے یہ سب ہو جائے گا"

"دوسری طرف زبیر انکل کے لیے اچانک بیٹھے بیٹھے شارم کا پرپوزل آنا بھی معجزے سے کم نہ تھا۔اُنہوں نے بھی ایک دو شرائط کے بعد فوراً ہاں کر دی۔"

واصف مزے لے کر بتا رہا تھا۔عشمیرہ کو شرائط والی بات پر پھر دکھ ہوا۔اِسی بات کا تو دکھ تھا کہ اُسکے باپ نے دوسروں کی شرائط مان کر اپنی بیٹی سے جان چھڑوائی تھی۔اُسے کیا خبر تھی کہ اُسکے باپ نے دوسروں سے شرائط منوا کر اپنی بیٹی تقریباً اُن کے سر تھوپی تھی۔

"کیونکہ حالات جیسے بھی تھے اُنہیں بھی ہمہ وقت ناک اونچی رکھنے کا جنون سوار رہتا ہے۔ بھتیجے کو اپنی بیٹی کے لیے بار بار منانا نہیں چاہتے تھے۔اِس لیے اُنہوں نے اِس اچانک پروپوزل پر شکر کرتے بسم اللہ پڑھ دی۔"

اُس نے ہاتھ جھاڑتے بات سمیٹی۔

"اُنہیں میرے سامنے ہیرو مت بنائیں واصف بھائی" باپ کا اِس طرح ذکر سن کر وہ ناگواری سے بولی۔

"ہیرو اور زبیر انکل؟" واصف تمسخرانہ ہنسا

"پیاری بہنا میری زندگی میں وِلن کا رول پلے کیا ہے اُنہوں نے۔میں ہیرو بنا سکتا ہوں اُنہیں؟"

وہ اُسی سے پوچھنے لگا تھا۔کچھ دیر پہلے والی آنکھوں کی چمک ماند پڑ چکی تھی۔عشمیرہ کا دل بھی بجھا۔اُسے میر زبیر سے کتنے گِلے تھے کوئی اندازہ بھی نہیں کر سکتا تھا۔

"جانتے ہیں میں جب بھی آپ سے ملتی ہوں تو کیا دعا کرتی ہوں؟"

وہ کسی غیر مرئی نقطے پر نظریں جمائے کہہ رہی تھی۔واصف نے سوالیہ نظر اُس پر ڈالی۔

"کہ کاش میری بہن کا شوہر مر جائے۔"

اُس نے سفاکی کی انتہا پر اپنی اکثر و بیشتر مانگنے والی دعا بتائی۔

"پاگل ہو؟ بہن کو بیوہ کرنا چاہتی ہو؟"

واصف دہل گیا۔جو بھی تھا وہ زرمین کو اب خوش ہی دیکھنا چاہتا تھا۔کم سے کم انسان کو عشمیرہ جتنا جذباتی اور کٹھور بھی نہیں ہونا چاہیے۔

"سدھرنے والا تو وہ شخص ہے نہیں۔پھر اُس جیسا شوہر ہو تو یہ آپشن زیادہ اچھا رہتا ہے۔"

اُس کے سپاٹ لہجے میں کڑواہٹ گھلی تھی۔واصف اُسے دیکھ کر رہ گیا۔

"آپ فرہاد کے لیے دُکھی ہیں؟"

لمحوں کے توقف کے بعد اُس نے پوچھا۔شارم جو اندر آنے لگا تھا ایک دفعہ پھر اُسکے منہ سے فرہاد کے متعلق سوال سن کر رُک گیا۔کیا اِس لڑکی کے دماغ میں اب کچھ نیا چل رہا تھا؟ شارم کے خیال سے یہ بہت ضروری سوال تھا۔

"کیوں بھئی میں کیوں دکھی ہونے لگا؟ میرے دوسرے یار کا گھر بس گیا مجھے اور کیا چاہیے۔"

اُس نے کندھے اچکاتے بڑی آسانی سے کہا۔وہ فرہاد کا بہترین دوست ہو کر کتنی آسانی سے یہ کہہ گیا تھا۔عشمیرہ اُسے دیکھ کر رہ گئی۔اُس کی الجھن محسوس کرتے واصف نے فوراً مزید بتایا۔

"فرہاد میرا اچھا دوست ہے پر میں بھی اُسے تمہارے قابل نہیں سمجھتا۔جو شخص سب کے سامنے، باتوں کے ڈر سے تمہیں ہر عیب کیساتھ قبول کرنے سے انکاری ہو مگر اکیلے میں اُسکا فیصلہ اِس سے برعکس ہو تو کیا فائدہ ایسے دوغلے ہمسفر کا؟"

دوستی اپنی جگہ پر وہ کھرا انسان تھا۔عشمیرہ نے آج یہ بات بھی قبول کی۔

"کمال تو تب ہوتا جب تمہارے ہر عیب کے باوجود بھی ڈنکے کی چوٹ پر تمہیں قبول کرتا۔"

فرہاد سے گہری دوستی ہوتے ہوئے بھی وہ غلط بات میں اُسکے خلاف تھا۔واقعی کمال انسان تھا وہ۔

"پر تم فرہاد کے لیے دُکھی لگ رہی ہو۔کیوں؟"

واصف نے بغور اُسے دیکھتے پوچھا۔عشمیرہ چونک گئی۔اب اُسے کیا وجہ بتاتی؟

"عشمیرہ۔"اچانک شارم نے اینٹری ماری۔فرہاد فرہاد فرہاد۔اُن دونوں کی اِس گردان سے وہ عاجز آیا تھا۔

"امی بُلا رہی ہیں تمہیں۔جاؤ"

تیز قدموں سے اندر آتے اُس نے بڑے رعب سے عشمیرہ کو کہا۔اُسکے روکھے انداز کو اچھے سے محسوس کرتی وہ فوراً اٹھ کر چلی گئی۔

"تُو میری بیوی سے کچھ زیادہ ہی فرینک ہو رہا ہے واصف"

عشمیرہ کے نکلتے ہی اُس نے واصف کا گریبان جا پکڑا۔

"اتنی باتیں اُس نے کل سے میرے ساتھ نہیں کیں جتنی کچھ منٹوں میں تیرے ساتھ کر گئی ہے۔"

اتنے جارحانہ انداز میں بولتا وہ شدید قسم کی جلن کا شکار لگ رہا تھا۔

"بیٹا دل میں جگہ بنانے کی بات ہے۔اور اُس کے دل میں میرے لیے بہت جگہ ہے۔"

واصف نے دانت نکوستے اُسے مزید تپانا چاہا۔وہ واقعی اپنی کوشش میں کامیاب ہوا تھا۔

"بکواس نہ کرر"

اُس نے جھٹکے سے واصف کو چھوڑا اور زبردست جھانپڑ رسید کیا۔

اپنا سنگین ردعمل اور واصف کی مسکراتی نظریں محسوس کرتے وہ نظریں چراتا صوفے پر جا بیٹھا۔

"آنٹی کیا کہہ رہی تھیں؟"

اُسکی شرمندگی محسوس کرتے واصف نے ہلکے پھلکے انداز میں پوچھا۔

"کہہ رہی تھیں اپنے بھوکے دوست کو کہنا ہمارے ساتھ ڈنر ٹھونس کر گھر جائے۔"

نادانستہ وہ اب بھی اپنی کھولن نکال گیا تھا۔واصف بےساختہ ہنس دیا۔وہ شخص اپنی بیوی کے معاملے میں ہر طرف سے ہی بےبس تھا۔

"آنٹی کتنی اچھی ہیں۔کتنا خیال رکھتی ہیں میرا"

واصف نے ڈھٹائی سے کہا۔

"پر کنزیٰ انتظار کر رہی ہوگی۔پہلے ہی تمہاری شادی میں نہ لائے جانے پر وہ مجھ سے بہت ناراض ہے۔"

اب کی بار وہ سنجیدہ تھا۔شارم اُسکی مجبوری سمجھتا تھا۔کچھ دیر بعد واصف چلا گیا۔

عشمیرہ اور واصف کی باتیں سننے کے بعد اُس کا دل بھاری ہو گیا تھا۔آج کے دن کے بعد وہ یہ کہہ سکتا تھا کہ دوسروں کی باتوں میں کان لگانا اپنے ہی سر درد لگانے کے مترادف ہے۔

بہت بے دلی سے ڈنر کر کے وہ نیچے نہیں رُکا تھا۔زہرا اُسکے موڈ کا اندازہ کر سکتی تھیں تبھی کچھ دیر بعد اوپر جاتی عشمیرہ کے ہاتھ اُسکے لیے کافی بھجوا دی۔

****

وہ کمرے میں آئی تو شارم گود میں لیپ ٹاپ رکھے تقریباً لیٹا ہوا تھا۔

"آپکی کافی۔آنٹی نے بھیجی ہے۔"

لیپ ٹاپ میں انسٹاگرام کھولے شارم گہری سوچوں میں تھا۔چونک کر متوجہ ہوا۔بے دلی سے اُسے سائیڈ ٹیبل پر رکھنے کا اشارہ کر دیا۔

وہ بھی خاموشی سے رکھ کر موبائل لیے جھولے میں جا بیٹھی۔

اُسکی نظریں موبائل پر جبکہ دماغ اِس وقت شارم اور واصف کی دوستی کی نوعیت میں الجھا ہوا تھا۔وہ ڈرائنگ روم سے نکالے جانے کے بعد سے بس یہی سب سوچ رہی تھی۔

دوسری طرف شارم نے اُسے انسٹا پر ایکٹِو دیکھ لیا تھا۔اُسکی تو اب نظریں اور سوچیں عشمیرہ کی طرف تھیں۔ناجانے اُسکے دماغ میں فرہاد کے متعلق کیا کچھ چل رہا تھا؟ وہ یہی تجزیہ کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔اگر جان لیتا کہ وہ اُسے سوچ رہی تھی تو خوشی سے پھولے نہ سماتا۔

"کیسی ہو عشمیرہ؟"

مزید صبر نہ ہوا تو اُس نے عشمیرہ کو میسج لکھنے شروع کیے۔

"کیا ہو رہا ہے؟"

"رات کے لیے سوری میں نے یونہی کال کر دی تھی۔تم ناراض ہو گئی تھی تو"

"ویٹ زمل"

"بعد میں بات کرتی ہوں۔"

وہ جو بالآخر ایک نتیجے پر پہنچ چکی تھی زمل کے میسج دیکھ کر اُسے انتظار کرنے کا کہتی وہ تیزی سے بیڈ پر شارم کے قریب جا بیٹھی۔شارم کو حیرت ہوئی۔سرعت سے اُس نے لیپ ٹاپ کی سکرین کچھ نیچے کر لی۔

"آپ سے ایک بات پوچھنی ہے۔"

خاموشی کو اُسکی آواز نے توڑا۔

"ہنن پوچھو"

سکرین پر نظریں جمائے اُس نے خود کو مصروف ظاہر کیا۔

"واصف بھائی آپ کے بہت اچھے دوست ہیں؟"

"ہاں بہت اچھا۔کیوں؟"

سوال کافی زیادہ غیر متوقع تھا۔اُسے واقعی سمجھ نہیں آئی۔

"فرہاد کے ساتھ زیادہ دوستی ہے اُنکی یا آپکے ساتھ؟"

یہ سوال پہلے سے بھی زیادہ غیر متوقع تھا۔اور عجیب بھی۔

"اب اِس سوال کا کیا مقصد؟"

شارم سیدھا ہو بیٹھا۔

"ویسے ہی۔بس میں کچھ سوچ رہی تھی۔"

"کیا سوچ رہی تھی۔؟"

لیپ ٹاپ سائیڈ پر رکھے اب وہ کافی کا مگ اٹھا رہا تھا۔

"یہی کہ اگر وہ آپکے فرہاد سے بھی زیادہ اچھے دوست ہیں تو آپ دونوں سارے سیکرٹس (راز) شئیر کرتے ہوں گے۔"

وہ کچھ سوچ کر بول رہی تھی۔اوہ تو شارم کو اب اندازہ ہوا تھا۔اُس کے دماغ میں یہ چل رہا تھا کہ کہیں واصف نے اُسے اُسکی منگنی کے متعلق یا ضارب والی کہانی کے متعلق کچھ نہ بتا دیا ہو۔

"کیسے سیکرٹس؟"

اچنبھے سے پوچھتے وہ انجان بنا۔عشمیرہ اپنے مشکوک لفظ کر گڑبڑا گئی تھی۔بھلا سیکرٹس کہنے کی کیا ضرورت تھی؟

"اگر زرمین والی بات کا کہہ رہی ہو تو میری اور واصف کی پوری فیملی میں ہر کوئی یہ بات جانتا ہے۔یہ بات تمہارے گھر میں سیکرٹ ہو سکتی ہے مگر یہاں سیکرٹ نہیں۔"

اُسے پھنسا کر وہ خود ہی بات گول کر گیا۔عشمیرہ نے جیسے شکر ادا کیا کہ شارم کا دماغ اتنا جاسوسی نہیں تھا۔اُسے وہ سادہ انسان ہی لگا تھا۔اور یہی اُسکی بھول تھی۔

"واصف بھائی نے کبھی آپکو ہمارے گھر کی اور کوئی بات نہیں بتائی؟"

اُسے سادہ سمجھ کر اُس نے معصومیت سے سوال کیا۔اور کوئی ہوتا تو اپنی ایک دن کی دلہن کے ایسے سوال سن کر ابھی تک سو طرح کے شک کر چکا ہوتا۔

"جیسا کہ؟" کافی کی چسکیاں بھرتے وہ مزید انجان بنا۔

"جیسا کہ کچھ بھی، کسی سے بھی ریلیٹڈ (متعلق)۔"

اُس نے اپنا سوال کچھ کچھ واضح کیا۔

"نہیں۔جب ہم ایک ساتھ بیٹھتے ہیں تو دوسرے لوگوں کے گھروں کی نہیں بلکہ اپنے اپنے گھروں کی بات کرتے ہیں"

اُس نے ایک ایک لفظ پر زور دیا۔وہ واقعی سادہ اور سیدھا تھا۔بالکل واصف کی طرح۔اُس نے حتمی نتیجہ نکالا اور اپنے نتیجے پر قدرے مطمئن بھی ہوگئی تھی۔پر وہ بھول رہی تھی کہ اُس نے یہ نتیجہ کسی مرد کے بارے میں نکالا تھا۔صرف مرد نہیں بلکہ شوہر۔!وہ بھی بیسویں صدی کا۔!

"کیوں تمہیں کیا سوجھی؟"

کافی کا گھونٹ بھرتے اُسکا انداز کچھ زیادہ ہی سرسری تھا۔عشمیرہ کی رہی سہی فکر بھی ختم ہو گئی۔

"ویسے ہی بس"

ہلکا پھلکا محسوس کرتے وہ واپس جھولے پر جا بیٹھی۔شارم تاسف سے سر ہلا گیا۔اُسے آج وہ سمجھ سے باہر لگی تھی۔کتنی ہی دیر وہ اُسے گہری سوچ میں ڈوبے دیکھتا رہا۔اچانک وہ موبائل کھولے سیدھی ہو بیٹھی۔اُسکی انگلیاں مسلسل سکرین پر چل رہی تھیں اور شارم کا چہرہ تاریک پڑ رہا تھا۔وہ اُس سے بات نہیں کر رہی تھی پر کس سے کر رہی تھی کچھ کہا نہیں جا سکتا تھا۔مگر وہ شک کے زمرے میں تھی تبھی ہمیشہ مشکوک ہی رہتی۔

"ہاں زمل؟"

"کرنا کیا ہے بس یونہی سوچوں میں گم بیٹھی تھی۔"

چند منٹ بعد اُس نے ایک گھنٹہ پہلے والے زمل کے پیغامات کا جواب دیا۔

"کیسی سوچیں؟"

یہی تو وہ جاننا چاہتا تھا۔جب تک وہ زمل سے بات کرتی رہتی تھی شارم کو اطمینان رہتا تھا۔

"یار پتہ نہیں"

"زندگی عجیب بے مقصد سی لگنے لگی ہے۔"

وہ بیزار لگ رہی تھی۔شارم ایک نظر سکرین پر اور ایک اُس پر ڈالتا تھا جبکہ عشمیرہ پوری طرح سکرین میں ہی مگن تھی۔

"ایک دِن کی دلہن کو اپنی زندگی کا مقصد نہیں پتہ۔"

"تمہارا شوہر اور اُسکا گھر ہے تمہاری زندگی کا مقصد"

یہ خفیف سا طنز اُسکے اندر سے نکلا تھا مگر عشمیرہ طنزیہ انداز سے بے خبر اُسکی بات پر چِڑ گئی۔

"تم اچھے سے جانتی ہو زمل یہ سب میرے پلانز میں شامل نہیں تھا۔"

اُس کا انداز دو ٹوک تھا۔

"شامل تھا نہیں پر اب ہو چکا ہے۔"

شارم کو بھی ضد ہوئی۔ناجانے کیوں وہ اُسے سمجھا جا رہا تھا جو آج تک کسی کی نہیں سمجھ سکی تھی۔

"پلیز یاااار"

"بند کرو لیکچر"

اُس نے نخوت سے کہا۔شارم نے چونک کر سر اٹھایا۔اُسکے چہرے کے تاثرات بھی بگڑے ہوئے تھے۔لگتا تھا وہ ابھی زمل فاطمہ کو مزید سنانا چاہتی تھی۔اُسکی ہٹ دھرمی پر شارم کا دماغ گھوما۔اُسے اب عشمیرہ سے بات ہی نہیں کرنی تھی انسٹاگرام بند کیے وہ اب لیپ ٹاپ پر اپنی فائلز کھولنے لگا۔

"اچھا سنو زمل"

"میرا ایک کام کر دو گی؟"

دس پندرہ منٹ مزید گزرے تو اپنی گزشتہ بدتمیزی کو سرے سے بھولے اُس نے بڑے نارمل انداز میں لکھا۔شارم جو اُس سے دوبارہ بات نہ کرنے کی ٹھان چکا تھا نوٹیفیکیشن سے پڑھ کر اُسکے کام کی نوعیت جاننے کے لیے بالکل الرٹ ہو گیا۔

"ہاں بولو؟"

ظاہری بات ہے اب جاننا تو تھا ہی کہ اُسکے دماغ میں کیا چل رہا تھا۔منہ پھولا کر بیٹھنے کا کوئی فائدہ بھی نہیں تھا وہ کہاں منانے والی تھی؟

"دیکھو تمہارے علاوہ کوئی بھی میرے لیے اتنا بھروسہ مند نہیں ہے۔اِس لیے میں تمہیں کہنے والی ہوں"

اُس نے مزید لکھا۔

"ہاں ہاں بولو؟"

شارم کچھ زیادہ ہی چوکنا ہوا۔ناجانے اب کیا کارنامہ کرنے والی تھی وہ۔

"میرے پاس فیس بُک نہیں ہے۔اور جی میل کا پاسورڈ بھی بھول چکی ہوں کہ اپنے ہی موبائل میں انسٹال کر لوں۔"

"تم اپنی فیس بُک سے چیک کرو کہ ضارب وہاں ایکٹِو ہوتا ہے یا نہیں۔میں نے ابھی اپنی ایک فرینڈ سے کہا ہے مگر اُسکے پاس فیس بُک نہیں ہے۔"

"مجھے فکر ہے پتہ نہیں ایک دم انسٹا سے وہ کہاں غائب ہو گیا۔تم کنفرم کر کے بتاؤ۔اگر وہ وہاں ایکٹِو ہوتا ہے تو پھر میں بھی نئی جی میل بنا کر ایف بی ہی بنا لیتی ہوں۔"

اوہ تو یہ چل رہا تھا محترمہ کے دماغ میں۔شارم کے تاثرات بگڑنے لگے۔ویسے درست بندے سے ہی اپنا کام کہہ رہی تھی اُسے کچھ تسلی بھی ہوئی کہ وہ کونسا اُسے حقیقت بتا دیتا۔

"یوزر نیم اُسکا انسٹا والا ہی ہے۔"

"بلکہ میں سکرین شاٹ بھیجتی ہوں تمہیں جو اُس نے مجھے بھیجا تھا۔"

اُس کی بے تابی عروج پر تھی۔اگلے چند سیکنڈ بعد وہ ضارب کا بھیجا سکرین شاٹ اُسے بھیج چکی تھی۔شارم کے غصے کا گراف بڑھا۔وہ آخر اب کیا چاہتی تھی۔

"دیکھ کر بتا دو ابھی ہی۔"

ہنہہ اچھے سے ہی وہ بتاتا وہ بھی ابھی ہی۔بلکہ ابھی تو کیا کبھی بھی نہ بتاتا۔

"سین کر رہی ہو ریپلائی بھی کر دو۔"

بالآخر شارم کا ضبط جواب دے گیا۔

"عشمیرہ.....!!"

اُس نے سختی سے پکارا۔

"جج.....جی"

عشمیرہ اِس غصیلی پکار پر ہڑبڑا گئی۔

"لائٹ بند کرو جا کر۔سونا ہے مجھے"

لیپ ٹاپ بند کر کے سائیڈ ٹیبل پر پٹختے وہ بڑے خشک لہجے میں بولا۔عشمیرہ نے اچنبھے سے اُسکی طرف دیکھا۔لائٹ خود بھی تو بند کر سکتا تھا؟ یا آرام سے بھی تو کہہ سکتا تھا۔برے برے منہ بناتے وہ سوئچ بورڈ کی طرف گئی۔نائٹ بلب روشن کرتے اُس نے لائٹ بند کر دی۔شارم نیم اندھیرے میں اُسے ہی دیکھ رہا تھا جو بستر پر آنے کی بجائے سکرین میں سر دیے ٹیرس کی طرف جا رہی تھی۔

"کہاں جا رہی ہو؟"

بڑے رعب سے سوال کیا گیا تھا۔عشمیرہ ٹھٹھک کر رُکی۔اب اِس سوال کا مقصد؟ مگر کیا کرتی نیا نیا شوہر بنا تھا تو جواب دینا بھی مجبوری تھی۔

"ٹیرس میں۔"

سرسری سے انداز میں بغیر رُکے اُس نے بتایا۔

"اتنی رات کو وہاں اکیلی بیٹھ کر بھوتوں سے باتیں کرو گی۔؟"

اعتراض نہ رات سے تھا۔نہ ٹیرس سے اور نہ بھوتوں سے باتیں کرنے سے۔اعتراض اُسکی سوشل میڈیا پر سر انجام دینے والی کارروائیوں سے تھا مگر یہ وہ بتا نہیں سکتا تھا تبھی مزید حکمیہ انداز اپنایا۔

"ابھی اِس وقت آ کر شرافت سے سونے کی تیاری کرو۔"

"کیوں؟ نہیں دِل کر رہا ہے میرا تو کیا زبردستی سوؤں؟"

عشمیرہ کا میٹر آؤٹ ہوا تھا۔اب کیا سونا بھی ہر روز اِس کی مرضی سے ہو گا؟

"ہاں۔"بیڈ پر نیم دراز ہوتے بڑے وثوق سے کہا گیا۔عشمیرہ کی تیوری چڑھ گئی۔

"عجیب زبردستی ہے بھئی۔ہر کام میں زبردستی۔"

تنک کر بولتی وہ کچھ اپنی پرانی جون میں لوٹی۔مڑ کر نیم اندھیرے میں وہ اُسے کچا چبانے کی حد تک گھور رہی تھی۔

"ہاں بالکل ہے زبردستی۔"

وہ ہٹ دھرمی سے کہتے اچانک ٹون بدل گیا۔

"اور اگر میں زبانی کلامی زبردستی کر رہا ہوں تو اِسے ہی غنیمت جانو۔ورنہ میں زبردستی کے لیے دوسرے طریقے بھی آزما سکتا ہوں۔"

اُسکی دھمکی پر عشمیرہ کے اوسان خطا ہوئے۔اگر وہ کہہ سکتا تھا تو کر بھی سکتا تھا۔وہ ڈر گئی تھی تبھی بڑی شرافت سے ٹیرس کی بجائے وارڈروب کی طرف جانے لگی۔اُسے پھر سے روٹ بدلتے دیکھ کر شارم نے ماتھے پر بل ڈالے سختی سے کہا

"سمجھ نہیں آئی میں نے کیا کہا ہے۔"

"چینج کرنے جا رہی ہوں۔نائٹ ڈریس کے بغیر نیند نہیں آتی مجھے"

اپنی مجبوری بتاتے اُسکی آواز بھرا گئی تھی۔اُسے رونا آ رہا تھا کہ گھر میں کبھی اُس پر اتنا رعب تو کسی نے نہیں چلایا تھا اور اگر کبھی کسی نے کوشش کی تو اُس نے ناکام بھی بنا دی تھی۔مگر یہاں تو ہر دفعہ وہ ناکام ہو رہی تھی۔

اُسکے جانے کے بعد شارم مطمئن سا مسکراتے ہوئے لیٹ گیا۔بہت بے بس کروا چکی تھی عشمیرہ اُسے۔اب اُسکی باری تھی اور وہ اِس سے بھرپور لطف اندوز ہونا چاہتا تھا۔

****

کمرے میں اِس وقت نیم اندھیرا تھا۔جانے کب رات ہوئی اور کب صبح ہوئی اور اب کیا وقت ہو رہا تھا اُسے کچھ علم نہ تھا۔لُٹی پُٹی وہ زمین پر بیٹھی تھی۔پشت دیوار سے ٹکائے وہ پتھرائی آنکھوں سے

نادیدہ خلاؤں کو دیکھ رہی تھی۔سامنے بیڈ پر اوندھا لیٹا درندہ کچھ دیر پہلے ہی سویا تھا۔اُس کی بھاگنے کی کوششیں سب بیکار جا چکی تھیں اور اب تو بھاگنا بھی بیکار تھا۔رہا کیا تھا اُس کے پاس جسے بچا کر وہ بھاگتی؟

چند لمحے سرکے تو موت کی سی خاموشی میں فون کی آواز گونجی۔وہ جو ابھی گھنٹہ بھر پہلے ہی سویا تھا اُسکی نیند میں خلل پڑا۔فون خاموش نہ ہوا تو اُس نے اوندھے منہ لیٹے ہی کال اٹھائی۔

"ہیلو کون ہے؟ کیا مسئلہ ہے؟ ایسے کال پہ کال کیوں ٹھوک رہے ہو۔؟"

تکیے میں منہ دیے ہی وہ بیزاری سے بولتا فون سپیکر پر ڈال گیا۔

"کہاں ہے وہ لڑکی؟"

دوسری طرف سے سنجیدگی سے پوچھا گیا۔مقابل کی آواز کی پہچانتے اُسے اچھے سے ہوش آیا۔

"یہیں ہے۔"

ہنوز اُسی پوزیشن میں مختصراً جواب دیا گیا۔

"اِسکا کام کیوں تمام نہیں کیا؟ اگر تمہیں یاد ہو تو تم تھوڑی دیر کے لیے لائے تھے اِسے۔"

مقابل سختی سے پوچھ رہا تھا۔وہ ایسے بول رہا تھا جیسے یہ بالکل معمول کی بات ہو۔

"کل سے تمہارے ماں باپ کا فون آ رہا ہے۔واپس بُلا رہے ہیں تمہیں۔کب جاؤ گے؟"

دوسری طرف سے اب باقاعدہ جھڑکا جا رہا تھا۔

"آج چلا جاؤں گا۔پر"

محبوب عالم نے برا سا منہ بنایا۔آخر میں اُسکی آنکھیں چمکیں۔

"پر میں اِس لڑکی کو بھی ساتھ لے جانا چاہتا ہوں۔"

ایمی کا دل جو کتنے ہی گھنٹوں سے کوئی حرکت کرنے سے قاصر تھا مزید رُکنے لگا۔

"خاموش رہو بیوقوف۔!"مقابل دھاڑا۔

"حوالدار کی کال آئی ہے مجھے۔مخبر ہے وہ ہمارا۔"

"لڑکی کے گھر والوں نے طوفان مچا رکھا ہے۔"

اُس نے تیزی سے بتایا۔اِس آواز پر ایمی کی پلک نے جھپک کر اُسکے زندہ ہونے کا پتہ دیا۔

"چوبیس گھنٹوں سے پہلے پولیس کیسے حرکت میں آ گئی؟"

محبوب عالم پھرتی سی اٹھ بیٹھا۔اُسکی آنکھیں پوری کُھل چکی تھیں۔

"کوئی بڑا بندہ سپورٹ کر رہا ہے اُنہیں۔اِس لڑکی نے کوئی کال کی تھی اب نمبر ٹریس کیا جائے گا۔اور تمہاری عیاشی کیا اتنے گھنٹوں بعد بھی ختم نہیں ہوئی۔؟؟"

وہ بتاتے ہوئے آخر میں ڈپٹ رہا تھا۔

"تو ٹھیک ہے میں نکل جاتا ہوں ابھی۔"

محبوب شریفوں کی طرح کہتے فوراً اٹھ کھڑا ہوا۔نظر زمین پر بے حال بیٹھی ایمی پر گئی تو آنکھیں پھر چمکنے لگیں۔اُسے اپنے ساتھ لے جانے کا خیال ایک دفعہ پھر آیا۔

"اِسکا بندوبست کر کے نکلو۔ساتھ لے جانے کا سوچنا بھی نہیں۔"

دوسری طرف جیسے وہ اُسکا خیال جان گیا تھا یا سختی سے تاکید کر رہا تھا۔محبوب بدمزہ ہوا۔مگر بات ماننا مجبوری تھی۔خیر کوئی نہیں اُسے کونسا لڑکیوں کی کمی تھی؟ محبت کا ڈھونگ رچاؤ اور لڑکی قدموں میں۔اُسکے اندر کے شیطان نے قہقہہ لگایا۔

"کالج کے باہر کی فوٹیج نکال چکے ہیں وہ۔جو لڑکا کو اِسے لینے گیا تھا کہاں ہے وہ؟"

سپیکر پر آواز گونجی۔دوسری طرف جو بھی تھا بے حد سنجیدہ تھا۔

"مجھ سے مزید پیسوں کا مطالبہ کر رہا تھا۔دھمکیاں بھی دے رہا تھا۔قید کر دیا ہے سالے کو۔"

محبوب نخوت سے بولا۔

"ہنن بہت اچھا کیا۔"

مقابل نے اتنے عظیم معرکے کو باقاعدہ سراہا۔

"مار دو دونوں کو۔!"

پھر سفاکی سے ہدایت دی۔ایمن کے کان سائیں سائیں کرنے لگے تھے۔مار تو دیا تھا اُسے اب کیا مارنا تھا؟

"دونوں کو ایک ساتھ پھینکوا دو کہیں۔حوالدر کہہ رہا تھا کہ اُنہیں اُسی لڑکے پہ ہی شک ہے۔اچھا ہے دونوں ایک ہی ساتھ ملیں گے تو اُنکا شک بھی یقین میں بدل جائے گا۔"

اُس نے سنجیدگی سے لمحوں میں اگلی پلاننگ بتائی۔محبوب نے سمجھتے ہوئے سر ہلایا۔

"ابھی لوکیشن ٹریس ہو گی تو اُسکا بھی کوئی حل سوچنا پڑے گا۔میرے بنگلے پر ریڈ پڑے گی تو جوابدہ مجھے ہونا پڑے گا۔"

وہ اب کچھ سوچ رہا تھا۔اپنی پہلی پلاننگ سے وہ محبوب کو تو بچا سکتا تھا مگر خود پھنس جاتا۔خیر اُسکے لیے کیا مشکل؟ ایسے لوگوں کو اپنا دامن بچانے کے بہت سے طریقے آتے ہیں۔

"میں سوچ چکا ہوں کہ مجھے کیا کرنا ہے بس پہنچنے والا ہوں اور تم بھی اب نکلنے کی کرو۔زیادہ وقت نہیں ہے۔کسی بھی ٹائم پولیس پہنچتی ہو گی۔"

اُس نے مزید کہتے رابطہ منقطع کیا۔محبوب نے اُسکی طرف دیکھتے بھرپور انگڑائی لی پھر پوری طرح نظر انداز کرتے واشروم میں گھس گیا۔

چند منٹوں بعد وہ واپس آیا تو وہ اب تک اُسی پوزیشن میں بیٹھی تھی۔وہ شیطانی سا ہنسا۔اب وہ ہلنے، بھاگنے یا کچھ بھی کرنے کی حالت میں نہیں تھی۔اُسکے پَر تو محبوب جیسے شخص کی محبت میں گرفتار ہوتے ہی کٹ چکے تھے باقی تو بس ہاتھ پاؤں بچے تھے جنہیں کل محبوب نے کسی قابل نہ چھوڑا تھا۔

"اوئے ماسی شیرو کو بولو گاڑی تیار کرے۔تم لوگ بھی تیار رہو ہم نکل رہے ہیں۔"

اُس نے دروازہ کھولے وہیں کھڑے آوازیں لگانا شروع کیں۔اُسکی ہدایات سن لی گئیں تھیں۔وہ واپس پلٹا ایمی کے قریب آیا اور ایک گھٹنا موڑتے بیٹھ گیا۔

"ایمی ڈئیر"

"اوپر تو دیکھو"

اُس نے تھوڑی سے اُسکا جھکا سر اٹھایا۔مگر ایمی نے اُسکی طرف نہیں دیکھا تھا۔اُسکے چہرے پر زندگی کا کوئی رنگ نہیں تھا مگر پھر بھی محبوب نے اُسے اتنی جلدی چھوڑنے پر ٹھنڈی آہ بھری۔

"صاحب گاڑیاں تیار ہیں۔آ جائیں۔"

کل والی ملازمہ ہی بھاگتی ہوئی اندر آئی اور اُسے اطلاع دی۔

"اور اُس کمینے کا کیا؟"

وہیں بیٹھے اُس نے مڑ کر دانت پیستے پوچھا۔

"صاحب ڈرائیور کو ہدایت دی گئی ہے کہ اُسے مار دیا جائے۔اِس وقت وہ سٹور میں ہی بند ہے"

ملازمہ نے سر جھکائے اطلاع دی۔محبوب نے سر ہلایا پھر اٹھ کھڑا ہوا۔الماری کی طرف بڑھا پہلے ایک خانے سے چمڑے کے دستانے نکال کر پہنے پھر دوسرے خانے سے بندوق نکالتے ملازمہ کو مخاطب کیا۔

"کسی ملازم سے کہو اُس کمینے ڈرائیور کو باہر لائے۔میں اپنے ہاتھ سے اُسے اوپر پہنچاؤں گا۔"

ملازمہ نے سر ہلایا۔

"اور ایمی کو بھی اُسکا محبوب ہی مارے گا۔"

وہ بڑے مزے سے ملازمہ کو بتا رہا تھا۔وہ سر ہلاتی نکل گئی جبکہ ایمی نے اُسکی سفاکی پر سر اٹھایا۔

"کیوں ایمی؟ ٹھیک ہے ناں؟"

وہ اُس سے پوچھ رہا تھا۔ایمی نے کوئی حرکت نہ کی۔وہ اُس شخص کی شکل بھی نہیں دیکھنا چاہتی تھی۔

وہ اُسکی بے بسی اور خاموشی پر قہقہے لگاتا ہوا باہر نکل گیا۔وہیں اوپر کھڑے اُس نے نیچے سِٹنگ ایریا میں دیکھا جہاں ایک ملازم ڈرائیور کا گریبان پکڑے کھڑا تھا۔

اُس نے ملازم کو اپنی بندوق دکھاتے شیطانی مسکراہٹ سمیت کوئی اشارہ کیا۔دوسری طرف اُسکا مقصد فوراً سمجھتے وہ کچھ فاصلے پر جا کھڑا ہوا۔ڈرائیور کا دھیان اوپر کی طرف نہیں تھا۔محبوب نے نشانہ باندھا اور دیکھتے ہی دیکھتے تین گولیاں اُسکے جسم میں اُتار دیں۔ایک دم گولیاں چلنے کی آواز آئی۔ایمی لرز کر رہ گئی۔آواز نیچے سے آئی تھی۔وہ جو کل اُسے لے کر آیا تھا۔بالکل تندرست و سلامت آج بے دردی سے موت کی گھاٹ اتار دیا گیا تھا۔ایمی کی رگوں میں دوڑتا خون منجمد ہونے لگا۔

چند لمحوں بعد محبوب واپس اندر چلا آیا۔ایمن نے سر نہیں اٹھایا البتہ اُسکے قدموں کی حرکت دیکھ رہی تھی جو اب عین اُس کے سامنے بیٹھ گیا۔

"محبت"

"محبت"

"محبت"

کٹھور انداز میں تین دفعہ بولتے اُس نے تین دفعہ ہی بندوق ایمی کی کنپٹی پر بجائی۔

پہلے گولیوں کی آواز اور اب یہ حرکت ایمی کو بری طرح خوفزدہ کر گئی تھی۔وہ بے آواز رونے لگی تھی۔

"محبوب عالم کے کان پک گئے اِس لفظ 'محبت' سے۔"

بندوق کی نال پر پھونک مارتے اُس نے بیزاری سے کہا۔ایمن کے آنسو لڑیوں کی صورت میں بہہ رہے تھے۔

"میرے مطابق یہ وہ جذبہ ہے جو اپنے پہلے حرف پر ہی دم توڑ دیتا ہے۔کیونکہ اِس کا مطلب صرف 'موت' ہے۔'م' سے 'محبت'، 'م' سے 'موت' اور پھر موت کے بعد کیا رہ جاتا ہے؟"

بندوق کی نال اُسکے چہرے پر پھیرتے وہ شدید سنجیدگی سے بول رہا تھا۔گولیاں چلنے سے بندوق گرم ہو چکی تھی جبکہ اُسکا سرد انداز ایمی کے اندر سنسنی پھیلا رہا تھا۔

"کوئی کچھ بھی کہے مگر میری ڈکشنری میں تو اِس لفظ کا مطلب موت ہے۔پھر وہ قتل کی صورت میں ہو یا خود کشی کی صورت میں۔!"

اُس نے بڑے نارمل انداز میں بتایا۔یوں جیسے معمول کی باتیں کی جاتی ہیں۔ایمن اب صرف اپنے چہرے پر بندوق کی حرکت دیکھ رہی تھی جسے وہ اچانک اُسکی گردن پر روکتے اندر تک دھنسانے لگا تھا۔اُسکی سانس اٹک کر رہ گئی۔

"مجھے یاد ہے میری محبت میں ایک لڑکی نے خود کشی بھی کی تھی۔اُس بےوقوف کے ساتھ میں نے اتنے پیار سے وقت گزارا اور زندہ بھی واپس بھیجا مگر اُس نے اپنی جان خود ہی لے لی۔"

بڑے افسوس سے بتایا گیا۔ایمی کی نظر بے ساختہ اٹھی۔اُسکے تاثرات اتنے عام سے تھے کہ اُسے خوف آیا۔وہ اُس سے بات کرنے والے محبوب سے ہزاروں درجے بڑا دھوکا تھا یہ تو وہ کل ہی جان چکی تھی مگر وہ کل والے محبوب سے بھی ہزاروں درجے گِرا ہوا تھا یہ اُسے آج معلوم ہوا تھا۔

"کیا نام تھا یار اُسکا۔کیسے مری تھی وہ؟"

وہ اب بندوق اپنی کنپٹی پر ٹھوکتے یاد کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔

"ہاااں۔لیزا"

چند لمحوں کی اداکاری کے بعد اُسے یاد آ گیا تھا۔

"لیزا بی بی پر اتنا پیار نچھاور کیا میں نے۔اُس سے سنبھالا نہ گیا تو پنکھے سے لٹک کر مر گئی۔چچ چچ بیچاری"

اُس نے باقاعدہ افسوس کیا۔ایمی کا دل رُکنے لگا تھا۔اِس قدر سفاکی؟ اُسکے گھر کی دہلیز میں تو کبھی ایسی بات کا تصور بھی نہیں تھا۔اُن سب میں ایک دوسرے کے لیے کتنی محبت، کتنا احساس اور کتنی چاہت تھی مگر غلطی تو یہیں ہوئی تھی ناں۔بالکل یہیں۔گھر کی دہلیز کے اندر اور باہر کو نہ پہچان سکنے کی غلطی۔

"ویسے اگر تمہارے گھر والے اتنی جلدی یہاں تک نہ پہنچتے تو تمہیں مزید مہلت مل جاتی۔چند سانسیں مزید لے لیتی اِس دنیا میں مگر"

بولتے ہوئے وہ کافی سنجیدہ لگ رہا تھا۔

"تمہارے گھر والے اب شاید تمہیں زندہ دیکھنا ہی نہیں چاہتے۔چچ توبہ توبہ"

اُس نے بندوق اپنے کانوں پر لگاتے توبہ کی۔ایمن کو اب اُسکے چہرے سے کراہیت آنے لگی۔اُسکا بس نہیں چل رہا تھا اُسکے منہ پر تھوک دیتی۔

"آخر چاہیں گے بھی کیوں؟ تم نے اُنکی عزت برباد کی ہے یار۔اِس سے بہتر ہے مر ہی جاؤ۔"

اُس نے بندوق اُسکی کنپٹی پر رکھی اور ٹریگر پر انگلی کا دباؤ بڑھانا چاہا۔

"صاحب۔صاحب"

"ریڈ پڑ گئی ہے۔"

اچانک وہی ملازمہ ہانپتی ہوئی اندر آئی۔

"اوہ شِٹ"

ٹریگر پر سے دباؤ خود بخود ہٹ گیا۔مارے گھبراہٹ کے بندوق اُسکے ہاتھ سے نکلتی ایمی کی گود میں جا گری۔ایمی نے روکی ہوئی سانس خارج کی۔شاید مہلت مل گئی تھی۔

"جلدی نکلو پچھلے گیٹ سے"

"ہمارے ساتھ جو ملازم آئے تھے وہ کہاں ہیں؟"

وہ ہڑبڑاتا ہوا تیز تیز بولتا اٹھ کھڑا ہوا۔

"آپکی ساری گاڑیاں شیرو کے کہنے پر نکل چکی ہیں۔بس میں اور آپ ہیں یہاں۔اُس نے کہا ہے کہ ہم پچھواڑے پر لگے دروازے سے نکل آئیں۔وہ پچھلے روڈ پر ہمارا انتظار کر رہے ہیں۔"

ملازمہ نے تیزی سے تفصیل بتائی۔وہ اپنے مالک کے پکڑے جانے پر خود بھی خوفزدہ لگ رہی تھی۔

"آئے شاباش۔کمال کر دیا اُس نے۔"

وہ جو بری طرح ڈر گیا تھا ملازمہ کی بات پر اُسکا چہرہ کِھل اٹھا۔

"یونہی تو شیرو نہیں کہتا میں اُسے۔"

اپنے بچاؤ کا راستہ ملا تو اُسکا سینہ چوڑا ہو گیا۔سرعت سے باہر نکلتے کچھ یاد آنے پر وہ رُکا

"پر اِسکا تو بندوبست نہیں کر سکا ماسی"

وہ افسوس سے بولتے واپس مڑا۔ملازمہ بھی رُکی۔ایک نظر ایمی پر ڈالی۔اُس پر قیامت برپا نظر آتی تھی۔وہ اُسکے لیے کچھ نہیں کر سکتی تھی اُس سے زیادہ اپنے مالک عزیز تھے کیونکہ اِنکی اولادیں مالکوں کے رحم و کرم پر تھیں۔مگر جانے کیوں اُسکی کل والی التجائیں اور اب والی حالت پر اُسکے دل کو کچھ ہوا۔

"صاحب چھوڑ دیں اُسے۔جب میں آئی تھی تو مجھے پولیس کی گاڑی کی آواز آ رہی تھی۔آپ پکڑے جائیں گے۔بس اب نکلیں یہاں سے"

ملازمہ نے افراتفری میں کہا۔محبوب ملازمہ کے سنسنی پھیلانے پر خوفزدہ ہوتا ملازمہ سے بھی پہلے بھاگ نکلا۔ملازمہ نے ایک قابلِ رحم نگاہ اُسکی پر ڈالی اور تاسف سے سر ہلاتے چلی گئی۔

پیچھے وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔شکر، شکوے، بے بسی، دکھ، اذیت اور جانے کیا کیا آنسوؤں کی صورت آنکھوں سے پگھلنے لگا تھا۔

"سر کہاں گھسے چلے آ رہے ہیں۔ہمارے مالک گھر پہ نہیں"

گارڈ پانچ منٹ سے زیادہ پولیس کی مزاحمت نہیں کر سکے تھے۔

"تیرے مالک کی ایسی کی تیسی"

"سرچ وارنٹ ہیں ہمارے پاس۔ہٹ جاؤ راستے سے"

اُسے گریبان سے پکڑتے سرچ وارنٹ دکھاتے دور دھکیلا گیا۔اُنکو حکم دیا گیا تھا کہ اچھی طرح مزاحمت کے بعد پولیس کو اندر جانے کی اجازت دی جائے۔اور اُنکا کام ہو چکا تھا تبھی مزاحمت روک دی گئی تھی۔وہ اندر بڑھتے ہی چاروں طرف پھیل گئے۔رجاء اور بالاج بھی ٹیم کے ساتھ تھے۔

سٹِنگ ایریا میں صوفوں کے درمیان پڑی لاش دیکھتے ایک ٹیم ممبر نے سب کو بلایا۔

"سر یہ تو وہی لڑکا ہے جو فوٹیج میں نظر آیا تھا۔"

اُسکا مر جانا بڑی غیر معمولی بات تھی۔وہ سب اب تشویش سے اُسکے اردگرد کھڑے جائزہ لے رہے تھے۔بالاج بھی وہیں تھا اور رجاء اِس سب سے کافی دور تھی۔آگے آ کر دیکھنے کی ہمت نہیں تھی۔وہ دونوں اِس بات سے بے خبر تھے کہ منزل تک پہنچ کر بھی وہ نامراد لوٹنے والے تھے۔

"محبت"

"محبت"

"محبت"

کمرے میں بیٹھی ایمی کے کانوں میں نیچے سے آتی آوازوں کے بعد محبوب کی آواز گونجنے لگی۔

"محبوب عالم کے کان پک گئے اِس لفظ سے۔"

"سر اِسکا جسم ابھی گرم ہے۔زیادہ سے زیادہ بھی دس پندرہ منٹ ہوئے ہیں اِسے رخصت ہوئے۔"

وہ زیادہ دور نہیں تھی تبھی یہ آواز سن سکی تھی۔وہ جانتی تھی کہ اب اُسے بچا لیا جائے گا مگر محبوب کا پھونکا صور اب بھی جان نہیں چھوڑ رہا تھا۔

"میرے مطابق یہ وہ جذبہ ہے جو اپنے پہلے حرف پر ہی دم توڑ دیتا ہے۔کیونکہ اِس کا مطلب صرف 'موت' ہے۔'م' سے 'محبت'، 'م' سے 'موت' اور پھر موت کے بعد کیا رہ جاتا ہے؟"

"چاروں طرف پھیل جاؤ۔ایک ایک کونہ چھان مارو۔"

اِس آواز کے فوراً بعد بھاری قدموں کی آواز گونجنے لگی۔

"کوئی کچھ بھی کہے مگر میری ڈکشنری میں اِس لفظ کا مطلب موت ہے۔پھر وہ قتل کی صورت میں ہو یا خودکشی کی صورت میں۔!"

اُس نے کانوں پہ ہاتھ رکھے۔پر وحشت بڑھنے لگی۔جانے کیا ہوا جو اُس نے گود میں گری بندوق کانپتے ہاتھوں سے تھام کر پیٹ پر جما دی۔بس محبت کی سزا چاہیے تھی اُسے۔محبوب کی طرح ٹریگر پر انگلی رکھتے اُس نے آنکھیں زور سے میچ لیں۔

"ایمی"

"ایمی"

یہ آواز۔اُس نے پٹ سے آنکھیں کھولیں۔پہلے بالاج کی پکار اور پھر.....پھر رجاء کی۔وہ دونوں جن کی وہ جان تھی۔وہ دونوں جو اُسے سب سے بڑھ کر پیارے تھے۔وہ پہنچ گئے تھے اُس تک۔اپنے پیاروں کی آواز سن کر اُس کی گرفت ڈھیلی پڑی۔اُس نے شکر کیا اُنہوں نے آنے میں دیر نہیں کی تھی ورنہ محبوب اُسے مار ڈالتا۔شکر ہے اُنہوں نے دیر نہیں کی تھی ورنہ وہ گولی چلا دیتی۔بے جان ٹانگوں پر وزن ڈالتے اُس نے اٹھنا چاہا۔

"تمہارے گھر والے اب شاید تمہیں زندہ دیکھنا ہی نہیں چاہتے۔چچ توبہ توبہ"

"آخر چاہیں گے بھی کیوں؟ تم نے اُنکی عزت برباد کی ہے یار۔"

اور پھر وہ جو اٹھنا چاہ رہی تھی وہیں ڈھے گئی۔سوچا تھا بھاگ کر بالاج کے سینے سے لگ جائے گی جو اُسکی محفوظ پناہگاہ تھی۔جِسے دھوکے میں رکھ کر وہ روندی جا چکی تھی۔سوچا تھا رو رو کر رجاء کو سب

بتائے گی۔اُسے بتائے گی اپنی پیاری محبت کا انجام۔سوچا تھا اپنی چھوٹی بہن مشعال کو اِس محبت کے دھوکے سے دور رہنا سکھائے گی۔سوچا تھا امی کو.....امی؟ وہ امی کو کیا منہ دکھائے گی؟ اُنہیں، جنہوں نے بیوگی میں اُن سب کو پالا۔آنسو قطاروں میں بہہ کر گال بِھگونے لگے تھے۔وہ جو شکر کر رہی تھی کہ بالاج نے دیر نہیں کر دی آنے میں تو اب شکر کی بجائے شکوہ جاگ گیا۔دیر تو کر دی تھی اُنہوں نے۔اُس نے بھی تو غلطی کر دی تھی۔گناہ سرزد ہو گیا تھا۔سزا بھی مل گئی تھی۔مگر ذلت؟ نہیں وہ کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہی تھی۔اُسکی بیوہ ماں اور غیرت مند بھائی کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہے تھے۔پہلے جو بندوق خود پر کانپتے ہاتھوں سے تانی تھی اب مضبوطی سے تانی گئی۔اُس نے نیچے سے آتی آوازوں پر کان دھرنے بند کر دیے تھے۔بندوق کی نال پیٹ پر مضبوط کی گئی۔آنکھیں سختی سے میچیں تو چند آنسو شدت سے بہہ نکلے۔مگر اب خود پر ترس کھانے کے لیے بہت دیر ہو چکی تھی۔اِس سوچ پر ٹریگر پر دباؤ بڑھا اور ایک ساتھ دو گولیاں چلائی گئیں۔بندوق پر گرفت ڈھیلی ہو گئی۔اُسکا جسم بھی ڈھیلا پڑتا لڑکھ گیا۔اکھڑی سانسیں بھرتے اُس میں بس یہی خواہش جاگی کہ آنکھیں مکمل بند ہونے سے پہلے بالاج کو دیکھ لیتی۔

"سر اوپر سے گولیاں چلنے کی آواز آئی ہے۔"

اوپر سے آتی گولیوں کی آواز پر نیچے زبردست ہل چل مچی۔

"گو اَپ۔گولی چلانے والا بھاگنے نہ پائے۔"

اُنکی ہدایات سنتے بالاج کا دماغ سُن ہونے لگا تھا۔رجاء کی حالت اُس سے بھی ابتر تھی۔وہ بالاج کو پولیس ٹیم کے روکنے کے باوجود بھی بھی سیڑھیاں پھلانگتے دیکھ رہی تھی۔

"سر یہ تو"

آواز کی سمت میں سب سے پہلے لیڈی کانسٹیبل پہنچ کر اُنکو متوجہ کر چکی تھی۔

"ایمی"

بالاج کے پیروں تلے سے زمین کھسک گئی۔بندوق ایمی کی ڈھیلی گرفت میں تھی جبکہ سفید ماربل سرخ رنگ سے رنگا جا چکا تھا۔

"ایمی یہ کیا کر دیا"

وہ لپک کر اُس تک پہنچا۔

"بھا.....ئی"

مظلوم کی خواہش پوری ہو گئی تھی۔اُس نے بمشکل دھندلائی آنکھیں کھولیں۔بالاج کی آنکھوں میں ڈھیروں نمی اترنے لگی۔رجاء بھاگتی ہوئی اندر آئی سامنے کا منظر دیکھ کر بے جان قدموں ہوتے قدموں سے وہ بالاج کے قریب پہنچی مگر ایمی کی اکھڑتی سانسیں دیکھ کر وہیں ڈھے گئی۔

"ایمی"

اُسکے لب پھڑپھڑائے۔اِس آواز پر ایمی نے ذرا سی آنکھیں کھولیں۔

"رج.....اء"

اُسنے لبوں کے کونے کھینچتے بمشکل مسکرانے کی کوشش کی۔یہ خواہش تو کی بھی نہیں تھی مگر پوری ہو گئی تھی۔اُس نے خون سے رنگا ہاتھ اٹھائے ایک اُنگلی کا اشارہ کرتے اُسے قریب بُلایا۔

رجاء بڑی تیزی سے اُسکے قریب جھکی۔

"محبو.....ب نے.....مج.....جھے مج.....برباد کر دیا۔کہیں کا..... نہی....یں..... چھو....ڑا۔ بھا...گ نکلا"

اُس نے جیسے رجاء سے شکایت کی تھی۔بلکہ ہمیشہ کی طرح محبوب کے حوالے سے آخری بات بھی رجاء سے ہی کی تھی۔رجاء کا دل پھٹنے لگا تھا۔وہ کیا کرتی اپنی ایمی کے لیے؟ وہ کیا کر سکتی تھی؟ شدید

بے بسی اُسکی آنکھوں سے بہنے لگی۔لرزتا ہاتھ اُس نے ایمی کے بکھرے بالوں میں چلایا جس پر وہ بے تحاشا اذیت کے باوجود زبردستی مسکرائی۔

پولیس ٹیم ایسے کیس میں کبھی کسی کو آگے بڑھنے نہ دیتی مگر آفیسر نے اُنہیں اِسکی بھی چھوٹ دی۔وہ انجام جان چکے تھے اگر گولی سینے کے مقام پر یا سر پر ماری جاتی تو اُسے اتنی مہلت بھی نہ ملتی۔مگر چونکہ دونوں گولیاں اُس نے پیٹ میں ماری تھیں تبھی وہ بروقت علاج نہ ملنے پر زیادہ سے زیادہ چند منٹ زندہ رہ سکتی تھی۔

"ایمی۔آنکھیں کھولو گڑیا کچھ نہیں ہو گا۔میں آ گیا ہوں ناں۔"

اُس نے رجاء سے کی جانے والی بات سن کر بھی محبت سے اُسکے چہرے پر ہاتھ پھیرتے کہا تھا۔اُسکے سرد ہاتھوں پر وہ کبھی آنکھیں کھولتی کبھی بند کر لیتی۔

"ایمی آنکھیں کھولو۔"

"اِسے ہاسپٹل لے جانا ہے۔"

بالاج تیزی سے اُسے اپنی گود میں بھرتے اٹھ چکا تھا۔پولیس ٹیم نے بھی نہیں روکا تھا مگر وہ جو مر رہی تھی بھائی کے اٹھانے پر بھیگی پلکیں جھپکتے نفی کرنے لگی۔

"نہیں"

"اب بہت.....دیر....."

وہ روک رہی تھی شاید۔تکلیف ناقابلِ برداشت ہونے لگی تھی۔بالاج اُسے لیے بھاگتا ہوا اب سیڑھیوں تک پہنچ چکا تھا جب اُسکی سانس شدید اکھڑنے لگی۔اُس نے بالاج کی شرٹ کا اگلا حصہ بڑی مضبوطی سے پکڑ لیا تھا۔درد کی شدت نے اُسکی گرفت بڑی زبردست کر رکھی تھی۔اُسکی ناہموار سانسوں کی آواز سن کر بالاج کا دل ڈول رہا تھا۔

"بھا.....ئی.....تم....."

وہ سرگوشی کر رہی تھی یا اُسکی آواز ہی بند ہو چکی تھی بالاج یہ سوچنے کی پوزیشن میں نہیں تھا۔

"تمہاری ایی.....محبت کے جرم کک.....کی سز.....ا مم....میں ما.....ری گئی۔"

اُسکی اِس آہ پر وہ پھٹتے دل پر قابو پاتے رُکا نہیں تھا مگر یکدم اپنی شرت پر اُسکی گرفت ڈھیلی پڑتے اور اُسکا ہاتھ بےجان ہو کر پہلو میں گرتے دیکھ کر اُسکے قدم چلنے سے انکاری ہوئے۔اُس کی آنکھیں بھی مکمل بند ہو چکی تھیں اور مشکل سے آتی جاتی سانس بھی۔تکلیف سے بے چین اور تڑپتا وہ وجود اب بالکل پُر سکون ہو چکا تھا مگر بالاج کا سب کچھ جیسے لُٹ گیا۔وہ گھٹنوں کے بل زمین پر گرا آنکھوں سے نمی بہہ کر اُس بے جان وجود پر گرنے لگی۔

"ایمیی"

اُسے خود میں بھینچے وہ رونے، چلانے لگا تھا۔

رجاء جو چند قدم پیچھے سیڑھیوں پر تھی بالاج کی حالت پر وہیں بیٹھتی چلی گئی۔آگے بڑھنے کی ہمت نہیں تھی اُس میں۔اُس خاموش جگہ پر اب بس بالاج اور رجاء کے رونے کی آوازیں تھیں۔وہ منزل کے قریب پہنچ کر بھی ہار چکے تھے۔وہ اپنی ایمی کو ہمیشہ کے لیے کھو چکے تھے۔

****

جاری ہے